بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

شعبان ۱۴۲۴ھ اکتوبر ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 39
شمارہ نمبر ۔۔۔۔۔ 1
شعبان ۔۔۔۔ ۱۴۲۴ھ
اکتوبر ۔۔۔۔ ۲۰۰۳ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: جنوبی وزیرستان میں مجاہدین کے خلاف حکومت پاکستان کا شرمناک آپریشن اور مجلس عمل کی خاموشی؟ مولانا محمد اعظم طارقؒ کی المناک شہادت ۔ بابائے جمہوریت نوابزادہ نصراللہ خانؒ کی جدائی ۔۔۔۔۔۔۔۔ مدیر ۲
قومی اسمبلی میں مولانا محمد اعظم طارقؒ کی شہادت پر قرارداد تعزیت ۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا حامد الحق حقانی ۶
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال ۔ (درس ترمذی) ۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ۷
قرآن کے چیلنج ۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۱۴
واقعہ معراج النبی ﷺ پر شبہات، اعتراضات اور جوابات ۔۔۔۔۔۔۔۔ پروفیسر قاضی حلیم فضلی ۲۲
دینی مدارس علوم نبوتؐ اور نفاذ شریعت کی ایک تحریک ۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا انوار الحق ۲۸
مطلقہ کا حق متاع اور اس کی معاشرتی حکمت ۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب محمد یونس میو ۳۵
اسلامی تقویم ۔ سن ہجری کی ابتدا ۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا امیر احمد قاسمی ۴۵
عالم اسلام کا قابل فخر فلسفی ابن رشدؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب شاہد عمادی ۴۹
جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے ۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی ۵۳
قرآنی لفظ ولی/ اولیاء کے معنی ومفہوم کی بحث ۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب عبدالمجیب ۵۶
دارالعلوم کے شب وروز ۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹
تبصرہ کتب ۔۔۔۔۔۔۔۔ م ۔ ا ۔ ف ۶۱

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
Computer Operator : BABEER HANIF

نقش آغاز　　　　　　راشد الحق سمیع حقانی

جنوبی وزیرستان میں مجاہدین کے خلاف حکومت پاکستان کا شرمناک آپریشن اور مجلس عمل کی خاموشی؟

صوبہ سرحد کے دور دراز قبائلی علاقے جنوبی وزیرستان میں ان دنوں نہتے بے گناہ اور مظلوم و بے وطن مجاہدین اسلام کے خلاف حکومت پاکستان کا افسوسناک فوجی آپریشن جاری ہے۔ جس میں باوثوق ذرائع کے مطابق درجنوں مجاہدین کو بیدردی سے شہید کردیا گیا ہے اور کئی کو زندہ گرفتار کرلیا گیا ہے۔ اور اُن قبائل کے خلاف بھی آپریشن کیا جارہا ہے جنھوں نے ان مجاہدین کو پناہ دے رکھی ہے۔ امریکی حکومت کی خوشنودی کے لئے موجودہ حکومت جس ذلت اور رسوائیوں کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہے اس کی نظیر ماضی میں نظر نہیں آتی۔

وزیراعظم جمالی کے امریکہ کے دورہ کے موقع پر ان مجاہدین کے خلاف آپریشن شروع کرنا دراصل امریکی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی ایک بھونڈی کوشش تھی۔ یہ حقیقت میں بے گناہ مسلمانوں کا بلیدان امریکی دیوتا کے آگے پیش کرنا تھا اور مجاہدین کا خون تحفہ کے طور پر امریکی حکمرانوں کے قدموں میں رکھا گیا کہ ہم ہمہ وقت آپ کی خدمت اور غلامی میں جتے ہوئے ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ پاکستان ان لوگوں کے خلاف جدوجہد کررہا ہے جو استعماریت اور ظلم کے خلاف تاریخ کی بے مثال جدوجہد میں مصروف ہیں۔ یہ وہی مجاہدین ہیں جو کل تک حکومت پاکستان اور امریکی حکومت کے آنکھوں کے تارے تھے اور آج جب حالات نے نئی کروٹ لی ہے تو آج انہی ہیروز کو چُن چُن کر شکار کیا جارہا ہے۔　ع　کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اگر آج بالفرض محال دوبارہ امریکہ ان کے بارے میں پالیسی تبدیل کرلے تو حکومت پاکستان دوبارہ انہیں اپنانے میں کوئی تحمل نہیں کرے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان کسی بھی اصول' اخلاق اور قانون کا پابند نہیں۔　ع　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یقیناً تاریخ اور امت مسلمہ اور خداوند پاکستانی حکمرانوں کا یہ جرم کبھی بھی معاف نہیں کرے گی اور تاریخ انہیں بدترین غداروں کے نام سے ہمیشہ یاد رکھے گی۔ یہاں یہ امر باعث افسوس اور ندامت ہے کہ متحدہ مجلس عمل اور اس کی حکومت اس ظالمانہ کاروائی پر اس طرح سے نہیں کھلبلائی جیسا کہ الیکشن سے پہلے اس کا وطیرہ تھا۔ اس آپریشن پر صرف

ناپسندیدگی کا اظہار کیا جارہا ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ سرحد حکومت کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اس طرح کی مصلحت کوش پالیسی سے مجلس عمل کے ووٹروں اور سپورٹروں کو انتہائی دکھ پہنچا ہے۔ یقیناً قول و فعل کے تضاد کے باعث بڑی بڑی تحریکیں اور پارٹیاں قبل از وقت دم توڑ دیتی ہیں۔ کاش کوئی متحدہ مجلس عمل کے ان قائدین کو جھنجھوڑ سکے جو ایوان اقتدار میں محو استراحت ہو کر اپنا انقلابی کردار و ایجنڈا فراموش کر بیٹھے ہیں اور مرکزی حکومت کے اسلام دشمن کاروائیوں پر صرف اونگھ رہے ہیں۔ غیرت کا مقام تو یہی تھا کہ متحدہ مجلس عمل اور صوبہ سرحد کی حکومت اس پر بڑا اسٹینڈ لیتی اگر اس پر اس کی حکومت بھی گرائی جاتی تو یہ کوئی گھاٹے کا سودا نہیں تھا۔

ع یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

مولانا محمد اعظم طارقؒ کی المناک شہادت

۶ اکتوبر ۲۰۰۳ء کی خون آشام شام کو حکمرانوں کے مسکن اسلام آباد میں ملتِ اسلامیہ کے قائد' نامور' دینی رہنما اور رکن پارلیمنٹ مولانا محمد اعظم طارق کو دیگر چار افراد کے ہمراہ بیدردی سے قتل کردیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کا قتل ایک ایسے نازک وقت میں کیا گیا ہے کہ جب پاکستانی قوم کو پہلے سے زیادہ وحدت اور اتفاق کی ضرورت ہے۔ کیونکہ پاکستان کی چاروں طرف دشمنان اسلام کی منحوس پرچھائیاں چھائی ہوئی ہیں۔ داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر بھی ہمیں کئی خطرات لاحق ہیں۔ ایسے ناگفتہ بہ اور مخدوش حالات میں مولانا کے قتل سے کئی بھیانک متوقع واقعات و حادثات جنم لے سکتے ہیں اور فرقہ واریت کا وہ جن جو بڑی مشکلوں سے ملی یکجہتی کونسل کی کوششوں سے قابو میں آیا تھا' اب دوبارہ پورے شد و مد کے ساتھ نمودار ہوگا اور اب کے اس کے سنبھالنے کا بظاہر کوئی بھی امکان نہیں۔ مولانا مرحوم کے قتل کے بارے میں طرح طرح کے قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔ ایک تو سپاہ صحابہ کی دیرینہ مخالف تنظیم کا نام سرفہرست آرہا ہے تو دوسری طرف وزیر داخلہ کی طرف بھی انگلیاں اٹھائی جارہی ہیں اور اسی طرح ملکی اور غیر ملکی ایجنسیوں کے بارے میں بھی چہ میگوئیاں ہورہی ہیں۔ بہر حال جس کسی نے بھی یہ قیامت ڈھائی ہے وہ اس کے مہلک اثرات سے اپنا دامن محفوظ نہیں رکھ سکتا اور ایک نہ ایک دن ضرور خداوند جبار و قہار کے حضور انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔

جو چپ رہی گی زبان خنجر
لہو پکارے گا آستیں کا

سب سے اہم ذمہ داری موجودہ حکومت اور اس کی انتظامیہ کی ہے کیونکہ یہ قتل اسلام آباد میں ہوا ہے۔ پھر مولانا ممبر آف پارلیمنٹ تھے اور حکومت کے حلیف بھی اور اس کے باوجود حکومت مولانا مرحوم کو تحفظ نہ دے سکی اور کئی دن گزرنے کے باوجود نا ہی قاتلوں کے بارے میں کوئی سراغ لگا سکی جو حکومتی اداروں کی کھلی نااہلی کا ثبوت ہے۔ اصولی طور پر تو وزیر داخلہ کو بھی مستعفی ہو جانا چاہیے تھا کہ وہ دارالحکومت کے حدود کو بھی محفوظ نہ رکھ سکے۔ تو ان سے کیا باقی ملک کے حدود کی حفاظت کی توقع کی جا سکتی ہے؟

مولانا مرحوم اگرچہ سپاہ صحابہ کے نمائندہ اور مقتدر رہنما تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے تمام دینی اور ملی امور پر ہر وقت مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کی ساری زندگی انتھک جدوجہد، ظلم و جبر کے مقابلے، قید و بند کی سختیاں برداشت کرتے اور پے درپے کئی قاتلانہ حملوں کا سامنا کرنے میں گزری۔

آپ تین مرتبہ قومی اسمبلی اور ایک مرتبہ صوبائی اسمبلی کے رکن بھی رہے اور ہر بار آپ نے پارلیمنٹ میں اسلام اور اپنے نظریہ کے تحفظ کے لئے بھرپور آواز اٹھائی۔ اس بار بھی آپ نے قومی اسمبلی میں برادرم مولانا حامد الحق حقانی کے ہمراہ سینٹ آف پاکستان سے منظور شدہ شریعت بل دوبارہ پیش کیا۔ اور اس کی منظوری کے لئے ان دنوں آپ کافی بے چین تھے اور اس کے منظوری کی تگ و دو میں مصروف تھے۔ بہر حال آپ کی کوششیں انشاء اللہ رائیگاں نہیں جائیں گی اور قومی اسمبلی میں شریعت بل کے منظوری کے لئے جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔

مولانا مرحوم کئی صفات سے متصف شخصیت تھے۔ آپ طبعاً منکسر المزاج تھے۔ تقریر کا ملکہ بھی اللہ نے آپ کو خوب خوب عطا کیا تھا۔ اس کے علاوہ تحریر پر بھی آپ قدرت رکھتے تھے اور دوران اسیری آپ نے تین چار اہم کتابیں بھی تصنیف کیں۔ دوسرے دن آپ کا جنازہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے پڑھا گیا جس میں ہزاروں علماء اور عوام نے شرکت کی۔ اسی دن قومی اسمبلی میں برادرم مولانا حامد الحق حقانی نے پارلیمنٹ میں ایک متفقہ قرارداد اسمبلی میں پیش کی اور اسمبلی نے بھرپور انداز میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے قتل کی سخت الفاظ میں مذمت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امین۔

بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خانؒ کی جدائی

ع اک شمع تھی دلیل سحر سو خموش ہے

گزشتہ ماہ بابائے جمہوریت نوابزادہ نصر اللہ خان بھی مختصر علالت کے بعد اسلام آباد کے مقامی ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ اور یوں پاکستان میں جمہوریت کے لئے جاری جدوجہد بھی یتیم ہوگئی۔ آپ کی وفات کے موقع پر

حقیقت میں تمام ملک پر ایک سوگوار فضا طاری ہوئی اور اہل پاکستان نے یہ محسوس کیا کہ ہم ایک بڑے لیڈر اور بڑے انسان سے محروم ہو گئے۔ نوابزادہ نصر اللہ کی شخصیت کے متعدد پہلو ہیں اور آپ کی اتنی قد آور شخصیت ہے کہ اس پر لکھنا کارے دارد۔ بہرحال یہ ایک شخص کی جدائی کا رونا نہیں بلکہ ایک پوری کی پوری انجمن درہم برہم ہو گئی ہے۔

رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

المختصر وضع داری، اصول پسندی، اخلاقی اقدار، اور اصولوں کا ایک مرقع دستِ اجل نے ہم سے چھین لیا۔ وہ صدائے قلندرانہ جس سے ایوان اقتدار لرزتے تھے اب دوبارہ کبھی جمہوریت کے ''علمبرداروں'' کی صف سے نہیں اٹھے گی۔ سیاست کی وادی کا وہ شہسوار ایک ایسے نازک وقت میں ہم سے ناراض ہو کر رخصت ہو گیا جبکہ ملک کے در و دیوار پر ظالم آمروں کا راج ہے جو اسلام اور آئین کو بری طرح کچل رہے ہیں اور ایسے وقت میں اہل پاکستان سے بچھڑ گیا ہے جبکہ سیاست کی وادی میں صرف بونے اور کانے ہی باقی بچے ہیں۔ آپ حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے انقلابی قافلے کے آخری حدی خواں تھے۔ آپ کی شخصیت سے کچھ فکری اختلاف تو ہمیں بھی تھا لیکن آپ کی اسلام، مذہبی جماعتوں، اداروں، دینی تحریکات، پاکستان، اور مسلک دیوبند سے وابستگی کا جذبہ انتہائی قابل رشک تھا۔ اور آپ نے ان امور پر کبھی بھی مصلحت اختیار نہیں کی۔ آپ کی سیاسی تربیت، علمائے دیوبند کی مجلسوں اور صحبتوں کے طفیل تھی اور اس کا آپ نے عمر بھر برملا اظہار بھی کیا۔ گو کہ آپ کسی بہت بڑی سیاست جماعت کے قائد نہیں تھے لیکن پھر بھی آپ پاکستان کی تمام بڑی جماعتوں اور تمام بڑے سیاسی اتحادوں کے بانی اور قائد رہے ہے۔ آپ کے کمزور اور نحیف جسم کے آگے مضبوط سے مضبوط آمروں اور بھاری مینڈیٹ حکمرانوں کا پتا بھی پگھلتا تھا۔ بڑے سے بڑے جمہوری اور غیر جمہوری آمروں کا آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سب کو شکست فاش دی۔ پاکستان کی تمام بڑی انقلابی تحریکات کی رونق آپ ہی کی مرہون منت تھی۔ آپ جیسا سلجھا، دھیما، اور سنجیدہ سیاستدان قوموں کو کبھی کبھی ملتا ہے۔ آپ انتہائی سادہ اور منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ آپ میں نا تو پاکستانی سیاستدانوں والے نخرے تھے نا ہی ان جیسے کر و فر۔ گو کہ آپ نوابزادہ تھے لیکن نوابوں والے ناز نخرے اور دیگر کوئی بھی برائی انہیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ پاکستان کے عام شہریوں جیسے آپ کا رہن سہن تھا۔ حقیقت میں پاکستانی قوم اور اس کی سیاست کا اگر کوئی حقیقی ترجمان تھا تو وہ نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم ہی تھے۔ مرحوم کی سیاسی اور دینی خدمات پاکستان کی تاریخ کا ایک زرین باب ہے اور یہ تا ابد روشن رہے گا۔ افسوس کہ ملک کی سیاست کا وہ جگمگاتا ستارہ بھی افق فنا میں آخر کار غروب ہو گیا۔

داغِ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

پیش کنندہ: مولانا حامد الحق حقانی، ممبر قومی اسمبلی

قومی اسمبلی میں مولانا محمد اعظم طارقؒ کی شہادت پر قرارداد تعزیت اور اسکی متفقہ منظوری

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

جناب سپیکر! آپکا شکریہ کہ اس المناک سانحہ پر آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ آج جناب سپیکر کی سربراہی میں ان کے چیمبر میں حزب اختلاف اور حکومتی تمام جماعتوں کی ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں سب نے مشترکہ طور پر ایک قرارداد پر اتفاق رائے کا اظہار کر کے مجھے پیش کرنے کا حکم دیا، جو میں ایوان کے سامنے منظوری کے لئے پیش کرتا ہوں۔

قومی اسمبلی کا اجلاس ملتِ اسلامیہ پارٹی کے سربراہ اور ممبر قومی اسمبلی محمد اعظم طارق شہید کے وحشیانہ ظالمانہ اور بہیمانہ قتل پر گہرے رنج، دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام آباد میں قومی رہنما اور ان کے چار ساتھیوں کا دن دہاڑے قتل قومی المیہ ہے۔ اجلاس جاں بحق ہونے والے تمام افراد کے لواحقین اور پارٹی سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ قومی اسمبلی کا اجلاس دہشت گردی، تخریب کاری کی اس شرمناک واردات کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا کردار فعال اور موثر بنایا جائے۔ دہشت گرد، قاتل ایک فرد کے نہیں اسلام ملک اور قوم کے دشمن ہیں۔ انہیں بے نقاب کیا جائے اور فوری گرفتار کیا جائے، عبرتناک سزا دی جائے۔

قومی اسمبلی کا یہ اجلاس اظہار کرتا ہے کہ فرقہ واریت، انتہا پسندی، دہشت گردی اور تخریب کاری ملک وملت سے دشمنی کے مترادف ہے۔ پاکستان میں تمام مسالک اور علاقوں کے رہنے والوں کے درمیان ملکی ہم آہنگی اور یکجہتی ہے۔ قومی اتحاد اور یکجہتی دشمن کے تمام عزائم کو ناکام بنادے گی۔ عوام صبر وتحمل سے قومی دشمنوں کے شیطانی عزائم کو ناکام بنانے کے لئے قومی کردار ادا کریں۔

قومی اسمبلی کا اجلاس اظہار کرتا ہے کہ عوام کی جان و مال کا تحفظ بنیادی حق ہے۔ عوام کے منتخب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ملک میں فرقہ واریت، دہشت گردی اور تخریب کاری کا نیٹ ورک توڑنے کے لئے اقدامات موثر بنائے۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی چالوں سے ملک وقوم کو تحفظ مہیا کرے۔ تمام ذمہ دار عناصر کو بے نقاب کرتے ہوئے ان کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی جائے اور اس واقعہ کی مکمل تحقیقاتی رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے۔

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
ابواب البر والصلة
(نیکی اور صلہ رحمی کے ابواب)
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

جامع ترمذی کے ابواب البر والصلۃ جو کہ ماں باپ، بچوں اور اھل خانہ کے حقوق، امور خانہ داری اور دیگر معاشرتی آداب وحقوق پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جناب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے ہر پہلو کا متعلق وہ مفید تعلیمات مذکور ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ان اخلاق وآداب کو سیکھ کر اس پر عمل کرنے لگے تو اس کی زندگی حیات طیبہ بن جائیگی اور دنیا کی زندگی ہی میں جنت کا لطف ومزا محسوس کریگا۔ گھر میں تلخی و پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پورے مسلم معاشرہ میں کوئی اس کا دشمن نہ رہے گا۔ وہ ہر کسی کو محبوب ہوگا۔ اگر اس کو کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچے تو وہ ثواب کی امید باندھ کر صبر کیساتھ اس کو گزارے گا۔ اور اگر کوئی خوشی ونعمت مل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کر کے اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے گا۔ اور اسی طرح دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہوگا۔ اس لئے ان اخلاق وآداب کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے دینی واخلاقی طور پر لازم ہے۔ اسکی اہمیت کے پیش نظر جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے درس ترمذی کے دوران 'ابواب البر والصلۃ' کے متعلق افادات کو اہتمام کیساتھ کیسٹوں میں ریکارڈ کیا گیا۔ جسے حضرت مولانا مفتی مختار اللہ صاحب نے باب ماجاء فی حقوق الوالدین تک مرتب کیا۔ یہ ابواب ماہنامہ ''الحق'' میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔ اب اس کام کو مزید آگے بڑھایا جارہا ہے۔ مفتی مختار اللہ صاحب کے دیگر مشاغل علمی کی وجہ سے یہ سعادت معاون مفتی دارالافتاء مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی کو مل رہی ہے۔ اب ان کے ضبط وترتیب کیساتھ یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جارہا ہے...... (ادارہ)

باب ماجاء فی أكرام صديق الوالد:
اپنے والد کے دوست کے اکرام کے بیان میں

پچھلے ابواب میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی نافرمانی وایذارسانی سے بچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اب اس میں مزید ترقی بیان ہو رہی ہے۔ یعنی صرف والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کمال احسان یہ ہے کہ والدین کے اقرباء احباب اور متعلقین کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کیا جائے۔ اور والدین کا جن لوگوں کے

ساتھ تعلق اور محبت ہو‘ اولاد کو چاہیے کہ اپنے والدین کے اس تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان لوگوں کو بھی محبوب رکھے اور ان کے ساتھ محبت اور تعلق کا رشتہ نہ توڑے بلکہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اس تعلق و محبت کو مزید برقرار رکھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات پر اگر ہر مسلمان عمل کرے تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و قرب اور جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرے گا بلکہ دنیا میں بھی امن و محبت کا ماحول پیدا ہوگا۔ اور اسی طرح ایک خوشحال اور پرسکون معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابن عمرؓ قال سمعت النبی ﷺ یقول: إن ابر البر أن یصل الرجل أهل ود أبیه ۔ یعنی بہترین احسان اور حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے احباب و متعلقین سے بھی محبت و تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔

ابر البر:

اسم تفضیل کا صیغہ لایا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص والد کی عدم موجودگی میں ان کے متعلقین سے حسن سلوک کرتا ہے‘ اور اپنے باپ کی محبت کی وجہ سے ان کو محبوب رکھتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب باپ حاضر ہو تو خود باپ کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ احسان کرنے والا ہوگا۔

یہ تفصیل اس بناء پر ہے کہ حدیث مذکور میں باپ کے متعلقین سے جو حسن سلوک کا ذکر ہوا ہے وہ باپ کی غیر موجودگی میں ہو۔ اور یہی ظاہر ہے کہ کیونکہ باپ کی موجودگی میں ان کے دوستوں سے احسان کرنے میں یہ شبہ ہے کہ دل سے تو باپ کے متعلقین کے ساتھ احسان نہیں کرنا چاہتا ہوگا۔ لیکن باپ کے غصہ یا اس کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اس سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرنے پر مجبور ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو یہ کمال احسان نہ ہوگا۔ اور حدیث پاک میں چونکہ کمال احسان کا ذکر ہے اور وہ تبھی ہو سکتا ہے کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری کے باعث کسی قسم کے خوف اور اندیشہ ملامت یا لالچ کے بغیر بھی طیب خاطر کے ساتھ باپ کے دوستوں سے اچھا برتاؤ کرے‘ اور ایک دوسری روایت اس پر صراحتاً دلالت کرتی ہے جو مشکوۃ شریف میں نقل کی گئی اور وہ یہ ہے:

وعن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: أن من أبر البر صلة الرجل أهل ود ابيه بعد أن یولی (رواہ مسلم) (مشکوۃ المصابیح ج ۲۔ ص ۴۴۱۔ باب البر والصلة)

- یعنی کامل نیکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست واحباب سے تعلق کا رشتہ جوڑے رکھے۔ بعد اس کے کہ باپ پیٹھ پھیرے۔

پیٹھ پھیرنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مر جائے۔ اور دنیا سے چلا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا میں تو موجود ہے اور زندہ ہے لیکن اس موقع و مجلس میں موجود نہیں۔ یا وہ اولاد سے ناراض ہو کر منہ پھیرے۔

حاصل یہ کہ باپ کے ساتھ کمال وفاداری اور کمال احسان یہ ہے کہ باپ کی عدم موجودگی میں باپ کے احباب و متعلقین کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کرتا رہے۔اور والدین کی وفات کے بعد جو حقوق اولاد پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے احباب کے ساتھ محبت و احسان برقرار رکھے' اس بارے میں صریح ارشادات موجود ہیں۔جس کے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں کچھ ذکر آئے گا۔

باب ماجاء فی برّ الخالة:
ماں کی بہن کے ساتھ حسن سلوک کے بیان میں

گزشتہ باب میں باپ کے احباب کے ساتھ احسان کا ذکر تھا اور اس باب میں ماں کے اقربا کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔خالہ ماں کی بہن ہوتی ہے۔اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ عن البرأ ابن عاذب عن النبی ﷺ قال الخالة بمنزلة الأم نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہے۔

یعنی حق حضانت میں خالہ بھی ماں کی طرح ہے' مطلب یہ ہے کہ اگر ماں مرجائے یا ماں مطلقہ ہو جائے یا کسی وجہ سے بچے کی پرورش کی اہلیت اس میں نہ رہے' یا ماں اس صورت میں بچے کی پرورش کرنے سے انکار کرے' پھر بچے کی پرورش کا حق بچے کی نانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور نانی کی عدم موجودگی یا عدم اہلیت یا اس کے انکار کی صورت میں دادی حقدار ہے۔پھر اسی طرح اس کے بعد بچے کی بہنیں اور اگر ان سے بھی رہ جائے تو پھر خالہ بھی ماں کی طرح ہے۔وہ بچے کی پرورش کرے گی۔حضانت میں ماں کی قرابت کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ اس جانب سے شفقت زیادہ ہوتی ہے۔ یا حدیث کا مطلب عام ہے۔یعنی حضانت میں اور رحمت و شفقت میں' نیز احسان اور حسن سلوک اور احترام وغیرہ سب چیزوں میں خالہ ماں کی طرح ہے۔

نیز اس حدیث سے میراث ذوی الأرحام پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن ابن عمر أن رجلاً اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ إنی أصبت ذنبا عظیما فھل لی من توبة قال ھل لک من ام قال لا: قال ھل لک من خالة قال نعم قال فبرّھا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اور کہا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟'' جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' کیا تیری ماں (زندہ) ہے؟'' تو اس نے کہا کہ ''نہیں''۔فرمایا ''تیری کوئی خالہ ہے؟'' اس نے کہا کہ ''ہاں''' فرمایا اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

تشریح اور اشکال کا حل: إنی أصبت ذنبا عظیما: اس میں بظاہر اشکال پیدا ہوتا ہے۔کہ بڑے

گناہ (گناہ کبیرہ) کے لئے تو عام قاعدہ یہ ہے کہ وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ صغائر (چھوٹے گناہ) نیکیاں کرنے سے بھی معاف ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ إتبع السيئة الحسنة تمحها برائی کے پیچھے نیکی کرو! یہ نیکی اس کو مٹادے گی"

محدثین حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صغیرہ گناہ کے متعلق ہے۔ کبائر کے لئے توبہ ضروری ہے۔ صرف نیکی کرنے سے وہ معاف نہیں ہوجاتے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے کیوں "ذنب عظیم" (بڑے گناہ) کے معاف ہونے کے لئے خالہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دے کر اس پر اکتفا فرمایا؟

اس اشکال کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی خاص جرم تھا، اور اسکے متعلق جناب رسول ﷺ کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہوا تھا کہ اس شخص کے حق میں اس جرم کی تلافی کے لئے یہی خاص عمل یعنی والدہ یا اسکی عدم موجودگی میں اسکی قرابتداروں۔ (جیسے خالہ) کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے اور اس جرم کے معاف ہونے کے لئے یہ عمل کافی ہے اس وجہ سے اس کی تلقین فرمائی اور اس تفصیل کے مطابق یہ حکم اس شخص کے۔ لئے خاص تھا عام قانون نہیں ہے

<u>توبہ کی حقیقت اور اشکال کا دوسرا جواب:</u>

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس شخص نے دراصل توبہ کرلی تھی کیونکہ توبہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کئے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہوجائے اور اس گناہ کے ہمیشہ کیلئے چھوڑنے کا عزم مصمم کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ علماء کرام لکھتے ہیں کہ توبہ کیلئے چار شرائط ہیں۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے کئے ہوئے گناہ پر دل سے نادم وشرمندہ ہو۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فوراً اس گناہ کو ترک کردے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے مصمم عزم کرے کہ آئندہ کے لئے ایسا جرم کبھی نہیں کروں گا۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ اس گناہ کے تدارک کے لئے شرع میں جو طریق موجود ہو اس طریق سے اس گناہ کا تدارک کرے مثلاً نماز روزہ چھوٹ گئے ہوں تو قضاء کرے۔ اگر اس جرم کے لئے کوئی کفارہ مقرر ہو تو کفارہ ادا کرے۔ اور اگر وہ جرم حقوق العباد کے قبیل سے ہو تو شرعی ضابطہ کے مطابق ان کے حقوق ادا کردے۔ یا ان سے معاف کرالے۔ خصوصاً بندوں کے وہ حقوق جنکی ادائیگی کا بھی کوئی طریق نہ ہو۔ مثلاً غیبت، یا بعض قسم کے دوسری زبانی ایذارسانی، تو ان کا معاف کرانا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے کہ اہل حقوق سے بھلائی اور احسان کرے، تاکہ وہ اس سے خوش ہوجائیں اور طیب خاطر سے معاف کردے۔

بعض حضرات نے یہ شرط بھی لکھی ہے کہ توبہ صرف خوف الٰہی کی وجہ سے ہو کیونکہ اگر کوئی شخص مثلاً شراب، پینا اس وجہ سے چھوڑ دے اور اس پر اس وجہ سے نادم ہوجائے کہ اس سے صحت تباہ ہوتی ہے، دردِ سر ہوتا ہے، مال خرچ ہوتا

ہے وغیرہ وغیرہ اور خوف خدا کی وجہ سے ترک نہ کرے تو یہ شرعاً توبہ نہیں ہے اور ایسے شخص کو تائبین کا ثواب نہیں ملے گا پس اگر مذکورہ شرائط جس توبہ میں نہ پائی جاویں تو صرف زبان سے توبہ اور استغفار کہنا بالکل بے معنی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے جلدی سے کہا اللھم إنی أستغفرک و أتوب إلیک اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے شخص جلدی جلدی استغفار کہہ جانا جھوٹوں کی توبہ ہے۔ اور تیری یہ توبہ خود توبہ کے لائق ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "ہماری توبہ، خود توبہ کے لائق ہے" (از مجالس الابرار)

یعنی جب توبہ اور استغفار کے الفاظ تو زبان پر ہوں لیکن دل میں استحضار نہ ہو، نہ جرم پر ندامت ہو، نہ اللہ جل جلالہ کی نافرمانی ہونے کی وجہ سے دل پر کوئی خوف طاری ہو اور نہ آئندہ کے لئے اس جرم کے چھوڑنے کا مضبوط عزم ہو، بلکہ صرف رسمی طور پر توبہ اور استغفار کے الفاظ ادا کرتا ہو۔ تو ایسی توبہ خود ایک جرم ہے جس پر توبہ کرنا چاہیے۔ چہ جائیکہ اس سے گناہ معاف ہو۔

توبہ برلب سبحہ برکف دل پر از ذوق گناہ
مغفرت راخندہ مے آید ز استغفار ما

تاہم زبان پر بھی توبہ جاری رہنے کو بعض اکابر نے بیکار نہیں کہا۔ زبان سے دل تک راستہ بن جاتا ہے۔ ایک شاعر نے زبانی توبہ کے بارے میں کہا کہ

برزبان تسبیح در دل گاؤ خر	این چنین تسبیح کے دارد اثر

کہ ایسی تسبیح کا کیا اثر ہوگا مگر حکیم الامۃ عارف باللہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس شعر میں تبدیلی کی اور کہا کہ

ع	این چنین تسبیح ہم دارد اثر	کہ زبان کی ایسی تسبیح کا بھی بالآخر اثر ہوگا۔

آمدم برسرِ مطلب پس وہ شخص جو کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ درحقیقت وہ تائب بن کر آیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہا تھا۔ وہ اپنے کئے پر نادم تھا اور آئندہ کے لئے اس کے چھوڑنے کا عازم اور اس کے دل پر خشیت طاری تھی۔ اور یہی ہے حقیقت توبہ کی، جو کہ سائل اور مسئول عنہ دونوں پر واضح تھا۔

لیکن شاید جرم کچھ ایسا تھا کہ سائل کو خلجان تھا کہ اس کے معاف ہونے کے لئے یہ کافی ہوگا، یا اس کے تدارک کے لئے اور بھی کچھ کرنا ہوگا۔ "فھل لی من توبۃ" کا یہ مطلب ہے۔ اور رسول اللہ کو بھی وہ جرم بذریعہ وحی یا دیگر ذرائع سے معلوم ہوا تھا اور اس جرم کے تدارک کے لئے ماں کے ساتھ یا اس کی عدم موجودگی میں اس کی جانب کے قرابتداروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری تھا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے والدہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اور جب معلوم ہوا کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی ہے اور خالہ زندہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالہ کے ساتھ احسان کرو۔

پس اگر وہ جرم اور گناہ' ترک بِر (احسان) اور قطع رحمی کے قبیل سے ہو' خصوصاً والدہ کے ساتھ' تو پھر یہ جواب زیادہ واضح ہے' کیونکہ اگر والدہ کی دل آزاری ہو چکی ہو تو اس جرم کے معاف ہونے کے لئے توبہ کی دیگر شرائط کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس حد تک والدہ کی خاطر مدارت کی جاوے اور اس کے حقوق کا خیال رکھا جاوے' کہ وہ خوش ہو کر طیب خاطر سے معاف کر دے اور اگر والدہ فوت ہو چکی ہو تو پھر بھی حتی المقدور والدہ کے بعد الوفات حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے اور بعد الوفات حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کی قرابت والوں اور متعلقین کے ساتھ صل رحمی اور حسن سلوک کیا جاوے۔ اگر ان حقوق کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ جرم معاف ہوگا۔ اس وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے خالہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ واللہ علم بالصواب۔

اشکال کا تیسرا جواب اور صحابہ کرامؓ کی نظر میں چھوٹا گناہ بڑا دکھائی دینا:

یہ دونوں جواب اس بنیاد پر دیئے گئے ہیں کہ اس گناہ کو سائل نے ''ذنب عظیم'' سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکو اپنے ظاہر پر حمل کر کے گناہ کبیرہ مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ممکن ہے کہ بعض صحابہ کرام سے گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے لیکن ان کو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کر کے گناہ سے پاک صاف ہو جاتے ہیں بلکہ حالت سابقہ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کے درجات حاصل کر لیتے ہیں۔

تیسرا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ وہ جرم حقیقت میں گناہ کبیرہ نہیں تھا بلکہ کوئی چھوٹا گناہ تھا اور اس نے جو ''ذنب عظیم'' کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے نزدیک میں نے ایک بڑا جرم کیا ہے' اگرچہ حقیقت میں وہ عنداللہ بڑا جرم نہ ہو کیونکہ صحابہ کرامؓ بڑے لوگ تھے۔ اور بڑوں کی نظر میں چھوٹے گناہ بھی بڑے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ غافلین بڑے بڑے گناہ چھوٹے سمجھ کر کر گزرتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے کو گناہ ایسا لگتا ہے کہ ایک پہاڑ اس پر آ گرا ہو اور نہ ڈرنے والوں کو گناہ ایسا معمولی لگتا ہے کہ جیسے ناک سے مکھی کو ہاتھ کے اشارے سے اڑا دیا۔

وتصغر فی عین الصغیر عظامها		وتعظم فی عین العظیم الصغائر

حاصل یہ کہ صحابہ کرامؓ جو کہ زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ قرآنی احکام کی پابندی اور اتباع سنت ان کی طبیعت بن چکی تھی۔ خلاف شرع امور سے پوری احتیاط کے ساتھ پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خلاف اولیٰ کاموں سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ اگر بتقاضائے بشری کوئی تھوڑی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو ہزار ندامتوں کے ساتھ دربار نبوت میں حاضر ہو جاتے۔ اور استغفار کرتے۔ ایمان کامل ان کے دلوں میں ثبت تھا۔ ان کے دلوں کا اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔ آئینہ کی طرح صاف دل پر گناہ کی معمولی سی کدورت لگ جاتی تو وہ اس کو کہاں معمولی سمجھتے' وہ اس معمولی سی کدورت کو دور کرنے کے لئے بھی مضطرب ہو جاتے تھے۔ کسی سفید پوش آدمی

کے سفید کپڑوں پر چھوٹا سے سیاہ داغ بھی بہت دور سے بدنما لگتا ہے۔ وہ اس کو چھوٹا سمجھ کر بے فکر نہیں بیٹھ سکتا۔ بلکہ وہ اس بدنما داغ کو دور کرنے کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ ایسی بے چینی کے عالم میں صحابی نے کہا ''مجھ سے بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔'' لیکن چونکہ حقیقت میں کبیرہ نہ تھا بلکہ صغیرہ گناہ تھا اور صغیرہ گناہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے' اس وجہ سے جناب رسول ﷺ جو کہ امت کے روحانی طبیب تھے' نے ایسا نسخہ بتلایا کہ گناہ کا سیاہ داغ بھی ڈھل جائے' اور کئی وجوہ سے سائل کے حسن وخوبی میں اضافہ بھی ہو جائے۔ خالہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا ایک نیکی بھی ہے' جس سے صغیرہ گناہ بھی معاف ہوگا۔ اس کے علاہ اس میں بے شمار دنیوی اور اخروی فوائد اور بھی ہیں۔ علاوہ ازیں جناب رسول اللہ ﷺ ہر سائل کو اس کے مناسب حال علاج بتلایا کرتے تھے۔ پس اگرچہ نیکیاں تو اور بھی بہت ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لئے دوسرے نیک اعمال کے بنسبت اس عمل کو زیادہ مفید جان کر اس کی تجویز فرمائی۔

پس اس اعتبار سے مذکورہ اشکال وارد نہ ہوگا۔ کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے کسی طرح معاف ہوا' کیونکہ اس صورت میں گناہ کبیرہ درحقیقت' موجود نہیں ہے۔

حاصل ان دونوں ابواب کا یہ ہے' کہ والدین کی غیر موجودگی میں' خصوصاً والدین کی وفات کے بعد ان کے قرابتداروں اور دوستوں سے حسن سلوک کرنا اور ان سے تعلق ومحبت برقرار رکھنا والدین کے حقوق میں سے ہے۔

<u>والدین کے بعد الوفات حقوق:</u> والدین کی فوت ہو جانے کے بعد جو حقوق اولاد کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق ایک جامع حدیث مشکوۃ المصابیح میں نقل کی گئی ہے۔ تکمیل فائدہ کے لئے اس حدیث کو ملحوظ رکھنا مفید ہے۔

۔ عن ابی أسید الساعدی قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ إذ جاءہ رجل عن بنی سلمة فقال: یا رسول اللہ هل بقی من بر أبوی شئی أبرهما به بعد موتهما۔ قال نعم' الصلوة علیهما و الاستغفار لهما و انفاذ عهدهما من بعدهما' وصلة الرحم التی لاتوصل الابهما و اکرام صدیقهما رواہ ابوداؤد و ابن ماجة......

(مشکوۃ المصابیح۔ج ۲۔ص ۴۴۲۔باب البر والصلة)

حضرت ابو اسید الساعدیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھے' کہ قبیلہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول! (ﷺ) کیا میرے والدین کے احسان کا کچھ حصہ ابھی بھی میرے ذمہ باقی ہے' کہ میں ان کے مرنے کے بعد ان سے وہ احسان کروں؟۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہاں۔ (۱) ان کیلئے رحمت کی دعا کرنا (۲) ان کیلئے استغفار کرنا (بخشش طلب کرنا) (۳) اور انکے بعد ان کی وصیت (اور دیگر وعدوں کو حتی الوسع) پوری کرنا (۴) اور ان قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنا' جنکے ساتھ قرابت کا رشتہ صرف انہی کی وجہ سے پالا جاتا ہے (۵) اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا۔

ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

قرآن کے چیلنج

قرآن کی صفات:

قرآن ایک کتاب ہے جو منجانب خالق کائنات، مالک ارض وسما، رب العالمین نے ہمارے پیارے نبی ﷺ پر وحی فرمائی۔ یہ کتاب کیا ہے؟ اس ہی کتاب میں پچاسیوں مقامات پر اس کی تعریف وتوصیف فرمائی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ میں برکت ہے۔ اس کی تلاوت میں سکون قلب ہے۔ اس کے معنوں میں ہدایت ہے۔ یہ کتاب ذہن کو جلا بخشتی ہے اور انسانیت کو شرف کرامت سے نوازتی ہے۔ بہرحال بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتاب' کتاب ہدایت ہے' اس کی کرنوں سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ اور گوشہ روشن ہوتا ہے جو لوگ اس نور سے زندگی کا سفر طے کرتے ہیں منزل مراد تک رسائی کی سعادت انہی کو نصیب ہوتی ہے۔ لیکن اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانا آسان کام نہیں۔ انسانی زندگی کو معتقدات، عبادات، معاملات اور اخلاقیات میں تقسیم کر کے ہر ہر لفظ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ آج کل دنیا جن مسائل ومصائب سے دوچار ہے۔ اخلاقی، سماجی گراوٹ میں مبتلا ہے' بدامنی و بدنظمی کا شکار ہے' اس دور میں اس زمانے میں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ قرآن حکیم کو سمجھ سمجھ کر پڑھا جائے۔ اس کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ اس کی بتلائی ہوئی ہدایات کو بروئے کار لایا جائے۔

دورِ حاضر میں مسلمانوں کے معاشرے کی بدحالی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ زیادہ مسلمان اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ ماڈرن انڈین کلچر اور امریکن ایڈوانسمنٹ نے ان کے لئے قرآنی تعلیمات اور ہدایات سے آگاہی کے مواقع حاصل کرنا ناممکن بنادیا ہے۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت عربی معاشرے کی جو حالت تھی اور وہ جن بے شمار برائیوں اور گوناگوں خرابیوں کا حامل تھا' اس کی اصلاح اور تطہیر کے لئے قرآن کریم نے ترجیحی بنیادوں پر ہدایت دیں اور تطہیر واصلاح تاقیامت اس کے ماننے والے' پڑھنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

قرآن کے اسلوب:

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کے اسلوب اور اس کے اعجاز کی مماثلت نہ کسی اور فصیح کلام میں مل سکتی ہے' نہ کسی اعلیٰ ترین خطیب کے خطبہ میں۔ اور نہ ہی کسی شاعر کے کلام میں یہ بلاغت نظر آتی ہے۔ عرب تو زمانہ قدیم سے فصاحت وبلاغت میں یکتائے روزگار مشہور تھے۔ بلیغ خطابت اور عالمانہ مہارت مسلّم تھی۔ عربوں کو ایسا لسانی عروج حاصل تھا جس سے دوسرے خطوں کے انسان بے بہرہ تھے۔ یہ لوگ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے اور اپنے مافی الضمیر

کو واضح کرنے میں یکتا تھے۔ کوئی قوم ان کے مدمقابل نہ تھی۔ برجستہ خطابت اور فی البدیہہ شعر گوئی میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ کلام و خطابت میں باہم مقابلے کرتے تھے۔ شعر گوئی کے میدان میں ان کے درمیان مسابقت بھی ہوا کرتی تھی اور شعر کی اغراض و مقاصد و معانی پر جرح ہوتی تھی۔

یہ سب باتیں اس زمانے کی ہیں جب فصحائے عرب کے نزدیک کلام کے ایک فن اور دوسرے فن کے درمیان معانی کے فرق اور اختلاف و اغراض و کلام میں وسعت و تصرف کے علاوہ اور کوئی خاص فرق نہ تھا۔ کیونکہ یہ اسلوب شاعری ایک قبیل اور خاص طرز کا تھا۔ نثر اور نظم کے کلام ان کی زبان پر بے تکلف جاری ہو جاتے تھے۔ ادھر خیالات، ذہن میں ابھرے ادھر زبان سے اشعار کے دھارے ان کی زبان سے جاری ہو جاتے تھے۔ الغرض ان کی ہر سوچ اور تخیل کے ساتھ نہایت شستہ اور بامعنیٰ اعلیٰ الفاظ شیریں کلامی کے ساتھ ہاتھ باندھ کر آ کھڑے ہوتے۔ یہ محسوس ہوتا کہ الفاظ، مضمون و تخیل اور بیان ان لوگوں کے لئے گھڑے گئے ہیں۔ میدان کارزار میں بھی چمکتی ہوئی تلواروں کے درمیان فی البدیہہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ تعریف کرنے پر آتے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے۔ میدان جنگ میں رجزیہ اشعار پڑھ کر جرأت اور حوصلہ بلندی میں کمال حاصل تھا۔ ذہنی و جسمانی توانائیوں کے حامل لوگوں میں بلاغت ان کی قیادت کے تابع تھی۔ الغرض ان کا ہر فرد ہی بلاغت پر فائز تھا اور کلاہ ذی حشمت ان کی پیشانی پر خوب سجتا تھا۔

قرآنی بلاغت و فصاحت:

جب ایسے قابل ترین لوگوں کے سامنے قرآن بیان فرمایا گیا تو اسکے اسلوب، بلاغت اور فصاحت نے ان کو حیران اور مبہوت بنا کے رکھ دیا۔ قرآن پاک کی ترکیب، اس کے کلمات میں حروف کی ترتیب و بندش اور نشست ایسی تھی کہ وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ ان کے دلوں میں محمد رسول ﷺ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ ایک پُرجلال خوف طاری ہو گیا۔ ایسا خوف جس سے وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

قرآن پاک کی آیات خداوندی نے بڑے بڑے عرب مدبروں، تنقید نگاروں اور فصحا کی گفتار کو مغلوب کر کے رکھ دیا۔ قرآن کی آیات کے ایجاز اور اعجاز نے عرب کی سرزمین پر جھنڈے گاڑ دیئے۔ جن دانشمندوں کے مسجع کلام اور مرصع شاعری میں کوئی ان کا مقابل نہیں تھا لیکن اس قرآن نے ان کی تحدی کی اور اس بات میں تحدی کی جس پر انہیں اپنے اوپر بڑا فخر تھا۔ ان میں آہستہ آہستہ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کہ جو قرآن کی آیات سناتا ہے (محمد رسول اللہ ﷺ) وہ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، فصاحت میں اس کو کوئی درک نہیں، نہ شاعری میں کوئی کلام اس کی بابت مشہور ہے، پھر یہ ایسی ایسی باتیں لوگوں کو کیسے سناتا ہے۔ دبے دبے الفاظ میں یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ معاملہ گڑبڑ ضرور ہے۔ یہ اس کو کون سکھاتا ہے؟ بنی نوفل تو کہہ چکے تھے کہ اس شخص کے پاس فرشتہ آتا ہے جو اس کو سکھاتا ہے اور یہ فرشتہ وہی ہے جو موسیٰ

کے پاس آتا تھا ۔

اعترافات:

یہ وہ باتیں تھیں جن کو بلغائے عرب نے اچھی طرح محسوس کرلیا تھا' اس لئے ان کے فصحا اور بلغا کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب وہ سب دیکھ رہے تھے کہ قرآن ان کی ساری قوت بیانیہ کو ہی سلب کئے دیتا ہے اور اس ادب سے واضح طور پر افضل ہو رہا ہے جس کے مقابلے میں ان کا پسندیدہ اسلوب نثری و شاعری سب کا سب بروز بروز پست ہوا جارہا ہے اور آہستہ آہستہ کہتے کہ اسلوب قرآن بیان و کلام کی وہ جنس گراں مایہ بنتی جارہی ہے جس کی فصاحت اور بلاغت تک ان کی پرواز نہ ہو سکے گی۔

قرآن شاعر کا کلام:

صحن کعبہ میں ایک دن حضور ﷺ قرآن کی تلاوت فرمارہے تھے' عربوں کا ایک سردار ولید بن مغیرہ چپکے چپکے سن رہا تھا اور حیران ہو رہا تھا۔ ابو جہل نے جب اس پر نکیر کی تو ولید نے کہا:

''واللہ! جو محمد (ﷺ) کہتا ہے اس میں صرف شعر کی مشابہت نہیں پائی جاتی۔''

ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ولید نے قریش کو ایام حج میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''غور سے سنو! حج کے واسطے عرب کے قافلے آرہے ہیں اس واسطے ہم سب لوگ ایک بات پر متفق ہو جائیں جو سب کے سامنے محمد (ﷺ) کے بارے میں بیان کریں۔ ہم آپس میں ایک خیال ہو کر ان سے ایک ہی بات کہیں۔''

کسی نے کہا کہ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے' خوب کلام کہتا ہے بلکہ ہم سب سے اچھا کلام شاعری کرتا ہے۔

ولید بولا: ''میری بات غور سے سنو! یہ بات نہیں۔ واللہ وہ (محمد ﷺ) جو کہتا ہے وہ شاعری نہیں۔ ان میں اشعار کی مشابہت نہیں پائی جاتی۔'' سب لوگ چیخنے چلانے لگے۔

ولید بولا: ''دیکھو آپس میں تفرقہ مت ڈالو''

ایک شخص بولا: ''بس ہم یہ کہیں گے کہ وہ شخص کاہن ہے' اس کلام ایسا ہے جیسے کاہن کا ہوتا ہے۔''

ولید بن مغیرہ نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم وہ کاہن نہیں معلوم ہوتا''

آخر کار لوگوں نے کہا: ''اچھا تم بتاؤ ہم آنے والے حجاج سے کیا کہیں' ہمارے خیال میں تو وہ مجنون معلوم ہوتا ہے۔''

تو ولید نے جواب دیا: ''نہ وہ مجنون ہے نہ آسیب زدہ ہے نہ وسوسوں کا شکار ہے اور نہ وہ شاعر ہے کیونکہ ہم شعر کے جملہ اقسام اس کے رجز' قطعہ' قصائد اور مثنوی کو خوب جانتے ہیں' یہ کلام شاعر نہیں ہو سکتا۔''

ان لوگوں نے ہنگامہ کے لئے گھیرا ڈال لیا۔ ابھی بات شروع بھی نہ کرنے پائے تھے کہ جبریل امین ۔ یہ

آپ ﷺ کو ان کے مقاصد سے آگاہ کر دیا اور حضور ﷺ نے ولید کی سربراہی میں جو مجمع تھا ان کو قرآن کی وہ آیات جو اس وقت نازل ہو رہی تھیں سنائیں تو سب ششدرہ رہ گئے کہ ان کی دلوں کی بات انہیں کیسے معلوم ہو گئی؟

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ قرآن کو حضور ﷺ کا تصنیف کردہ کلام کہتے تھے وہ خود جانتے تھے کہ یہ آپ کا کلام نہیں ہے گو اس کلام کو سن کر صاف محسوس کر لیتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر اعتراض برائے اعتراض کرنے کیلئے باتیں بناتے رہتے۔ آپس میں کہتے کہ اس قدر اعلیٰ وارفع کلام انسان کے بس میں کہنا نہیں ۔قرآن کو آپ کی تصنیف قرار دینے والے دراصل ایمان لانا ہی نہیں چاہتے تھے سلئے اسطرح اعتراضات لگاتے

ان لوگوں کے سامنے جب آپ ﷺ قیامت، روز حشر، حساب کتاب، جزا وسزا کی باتیں کرتے اور بتاتے کہ یہ باتیں فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آتا ہے تو لوگ آپ ﷺ پر فقرے کستے۔ اوباش لوگ آپ کو کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) کہتے۔ کبھی کہتے یہ شخص تو مجنون ہے۔ کبھی لوگ کہتے کہ یہ شاعر ہے جو شاعری کرتا ہے اور اشعار کہتا ہے۔ اللہ کے گیت گاتا ہے۔ کچھ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر دورے پڑتے ہیں اور دورے کے دوران قابو میں نہیں رہتا تو شاعری کرتا ہے اور مدح اور ہجو گوئی کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ دیکھئے قرآن پاک:

"بندگان خدا کو حقائق سے آگاہ کرو۔ اپنا کام جاری رکھو۔ اللہ کے فضل سے تم نہ کاہن ہو نہ مجنون ہو۔"

ترجمہ: پس اے نبی تم نصیحت کرتے جاؤ۔ اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو نہ مجنون ہو۔ (الطور۔۲۹)

اور ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے جس کا حق میں ہم گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے کہو ابھی انتظار کرو۔ مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (الطور۔۳۰)

اسلام کیا ہے:

اسلام کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ارادے واختیار کی جو آزادی انسان کو عطا فرمائی ہے انسان اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ اپنی اس آزادی سے اللہ کے قوانین طبعی کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنی آزادی اور اختیار کے دائرے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ان احکامات وہدایات کی پابندی قبول کر لے۔ اسلام کا مقصد تمام انسانیت کا قیام عدل وقسط ہے یعنی عدل وانصاف پر مبنی ایک ایسا نظام حیات ہے جس میں سچائی اور حق کا بول بالا ہو۔ اسلام کے نظام کو اگر ایک عمارت سے تعبیر کیا جائے تو ایمان اس عمارت میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس عمارت کی بنیاد کمزور ہو تو بالائی منزل کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا۔

دراصل اللہ پر ایمان ایک خاص قسم کے اخلاق کا تقاضا کرتا ہے اور اس اخلاق کا ظہور انسان کی عملی زندگی

کے تمام گوشوں میں ہونا چاہیے۔ حضور سرور کائنات ﷺ مکہ معظمہ میں ایمان اور اسلام کی دولت بانٹ رہے تھے اور اہل ایمان آپ کے گرد بڑھتے جا رہے تھے مگر اہل قریش جو مکہ کے باسی تھے آپکی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اہلِ قریش کی مخالفت کی وجہ معمولی نہ تھی، ہم اس کی تہہ تک جانے کیلئے پہلے ان حالات کو اچھی طرح جان لیں کہ وہ کیوں مخالف تھے۔

قریش نے بتدریج تجارتی ترقی شروع کی اور روم وایران کی سیاسی کشمکش نے ان کو بین الاقوامی تجارت میں ایک اہم مقام عطا کر دیا۔

ان حالات میں جب حضور ﷺ کی دعوت توحید اٹھی تو آبائی دین کے تعصب سے بڑھ کر جو چیز قریش کے لئے اس کے خلاف وجہ اشتعال بنی وہ یہ تھی کہ اس دعوت کی بدولت انہیں اپنا مفاد خطرے میں ہی نہیں بلکہ ختم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے محمد ﷺ کی دعوت اسلام کی معقول حجتوں سے شرک و بت پرستی کو چھوڑ دینا درست اس وجہ سے نہیں کہ سارا عرب ہمارے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ ہمیں کعبہ کی تولیت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ عرب کے بت پرست قبائل کے ساتھ ہمارے تمام معاہدانہ تعلقات ختم ہو جائیں گے جس کی وجہ سے ہمارے تجارتی قافلے جو دن رات عرب کے گوشہ گوشہ میں گزرتے ہیں نہ گزر سکیں گے۔ اسی طرح یہ نیا دین ہمارے مذہبی رسوخ واثر کا خاتمہ کر دے گا۔ ہماری معاشرتی خوشحالی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ انہیں بار بار یقین دلاتے رہے، فرماتے رہے کہ یہ کلمہ جو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اسے مان لو تو عرب و عجم تمہارے تابع ہو جائیں گے۔

قرآن نے اس بارے میں فرمایا:

ترجمہ: ''تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان ہے'' (القصص۔۶۰)

ترجمہ: ''درحقیقت اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہے'' (العمران۔۱۱۹)

یہ ارشاد دراصل شرک کی تردید میں تھا جس کی سخت ضرورت تھی کیونکہ مشرکین نے بے شمار معبود بنا رکھے تھے اور انکو اپنی طرف سے جو اوصاف، مراتب اور مناصب سونپ رکھے تھے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ　(اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کبھی تم نے غور کیا کہ اللہ تعالیٰ (جو تمہارے جہان کا مالک، خالق ہے) اگر قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لئے رات طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہیں روشنی مہیا کرے گا؟ کیا تم سنتے نہیں ہو (اے نبی) ان سے پوچھو کبھی تم نے سوچا ہے یا نہیں کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں رات (اندھیرا) لا دے تاکہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ یہ اس کی رحمت ہے کہ اسنے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم (رات میں) سکون اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش اور حاصل کر سکو۔ شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ (القصص ۷۳،۷۰)

یہ ہیں قرآن میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ چیلنج جو انسان کو دیئے گئے ہیں جس کی تعریف قرآن صاف صاف بیان کرتا ہے۔

قرآن کا پہلا چیلنج:

مخالفین کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نئے خدا کا ذکر کرتا ہے۔ اس پر ہمارے معبودوں کی مار پڑے گی اور معاذ اللہ اس شخص (محمد ﷺ) کو قتل کر دیا جائے۔ یہاں قرآن پاک میں ارشاد الہٰی ہوتا ہے:

۔ ''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جو (تمہارے معبود) ہیں ان کو بھی مدد کے لئے بلا لو۔ اب اگر وہ تمہاری مدد کیلئے نہیں پہنچتے تو جان لو کہ یہ اللہ نے نازل فرمایا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر بھی (اس امر حق کے آگے) سر تسلیم خم کرتے ہو؟'' (ھود۔۱۴۔۱۳)

اور ایک موقع پر ایسے ہی لوگوں سے گفتگو کے دوران قرآن پاک کا ایک چیلنج ملاحظہ فرمائیے:

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے (قرآن) کو خود لکھ لیا ہے۔ کہہ دو! اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر کے لے آؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو تم بلا سکتے ہو اپنی مدد کیلئے بلا لاؤ۔'' (یونس۔۳۸)

تفہیم القرآن اس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ بعض لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیلنج محض قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اس کی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے تھا۔ اعجاز قرآن پر جس انداز سے بحثیں کی گئی ہیں۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو جانا کچھ بعید نہیں۔ لیکن قرآن کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ وہ اپنی یکتائی و بے نظیری کے دعوے کی بنیاد محض اپنے لفظی محاسن پر رکھے۔ بلاشبہ قرآن اپنی زبان کے لحاظ سے بھی لاجواب ہے۔ مگر وہ اصل چیز، جس کی بنا پر یہ چیلنج دیا گیا کہ انسانی دماغ ایسی کتاب تصنیف نہیں کر سکتا۔ وہ اس کے مضامین اور اس کی تعلیمات ہیں۔ اس میں اعجاز کے جو جو پہلو ہیں اور جن وجوہ سے ان کا من جانب اللہ ہونا یقینی ہے اور انسان کا ایسی تصنیف پر قادر ہونا غیر یقینی اور ناممکن ہے ان کو خود قرآن میں مختلف مواقع پر بیان کر دیا گیا۔ اس موضوع پر ایک اور چیلنج ملاحظہ فرمائیے:

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن خود گھڑ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اس قول میں سچے ہیں تو اس شان کا ایک کلام بنا لائیں۔'' (الطور۔۳۴)

قیامت کے دن، روز حشر یا یوم احتساب کا ڈر خاص طور پر مؤثر رہا۔ اگر مشیت ایزدی تکوینی یونہی ہوتی تو سب دنیا کے انسان ایک ہی دینی طریق پر خلق کئے جاتے لیکن بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں (جو خالق کائنات کے سوا کسی کو معلوم نہیں) سے یہ منظور نہ تھا کہ سب لوگ اضطراراً ہدایت یاب ہوں گے بلکہ صرف وہی مخصوص گروہ ہدایت یاب ہو سکے گا جس پر مخصوص رحمت الہٰی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں قرآن اس سلسلے میں کیا کہتا ہے:

''یہ قرآن ایمان والوں کے لئے بنایا جس میں ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہے'' (حم سجدہ۔۴۴)

میری چال زبردست ہے:

ایمان نہ لانے والوں کے لئے ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

ترجمہ: ''پس اے نبی تم اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ ہم پر چھوڑ دو۔ ہم ایسے طریقے سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے جو ان کی خبر تک نہ ہوگی۔ میں تو ان کی رسی دراز کر رہا ہوں اور میری چال بڑی زبردست ہے۔'' (القلم۔۱۴)

اس آیت نزول سے حضور ﷺ کو روک دیا گیا کہ آپ ﷺ دشمنوں سے نہ الجھیں۔ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ ان سے نمٹنا اللہ کا کام ہے۔ آپ ﷺ کا کام تو صرف ان کو سیدھا راستہ بتانا اور ہدایت دینا ہے۔

قرآن ایک دو مقامات پر نہیں بلکہ بار بار اس اصولی حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ اصل دین صرف اسلام (اللہ کی فرمانبرداری) ہے اور خدا کی کائنات میں خدا کی مخلوق کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں ہوسکتا۔ اور آغاز آفرینش سے جو نبی بھی انسانوں کی ہدایت کے لئے آیا وہ یہی دین لے کر آیا۔ اور یہ انبیا علیہ السلام ہمیشہ خود مسلم رہے۔ اور اپنے پیروکار کو انہوں نے مسلم ہی بن کر رہنے کی تاکید و ہدایت کی اور ان کے وہ سب متبعین جنہوں نے نبوت کے ذریعہ آئے ہوئے فرمان خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کیا ہر زمانے میں مسلم ہی تھے۔

مزید چیلنج:

ان چیلنجوں کا جواب کوئی مشرک نہ دے سکا۔ ان کی حرکات میں جب کمی نہ آئی تو مزید چیلنج دیئے جاتے ہیں، آپ قرآن پاک کھولئے ''سورۃ الملک'' ملاحظہ فرمایئے تو آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ کیسے کیسے چیلنج قرآن ملحدوں اور مشرکوں کو پیش کرتا ہے۔ اور انہیں بتاتا ہے کہ وہ ذوالجلال بزرگ و برتر وہی ہے جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے وہ ہی ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت کو اور زندگی کو شروع کیا تاکہ انسان کی آزمائش کر سکے کہ کون بہتر عمل کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

ترجمہ: وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی ایجاد کی تاکہ لوگوں کے ان دیکھے خدا پر ایمان کا امتحان لے سکے۔ یہ زبردست بھی ہے اور درگزر کرنے والا بھی۔ اس نے تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے۔ اس رحمٰن کی تخلیق میں کیا تم کسی قسم کی بے ربطگی پاتے ہو۔ کیا تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے۔ بار بار نگاہ ڈالو۔ پلٹ پلٹ کر دیکھو۔ تمہاری نگاہ تھک ہار کر نامراد لوٹ آئے گی۔ (الملک۔۴)

جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ تم خواہ چپکے سے کوئی بات کرو

یا اونچی آواز سے وہ سب سنتا ہے۔ وہ تو دلوں کے حال (یعنی دل میں کوئی بات سوچو، منصوبہ بناؤ، کسی کے بارے میں بھلائی یا برائی کرنے کا پروگرام بناؤ) سے باخبر ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''کیا یہ لوگ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو پر پھیلاتے اور سکڑتے نہیں دیکھتے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کون سی ہستی ان پرندوں کو بغیر سہارے کے تھام سکتی ہے۔

ترجمہ: ''اے نبی آپ فرمائیے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ ہمیں اور ہمارے ساتھ والوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحمت کردے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔'' (الملک ۔ ۲۸)

''آپ ان سے فرمائیے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارا (زیر زمین) پانی غائب ہو جائے تو کون ہے جو زمین میں ان پانی کے سوتوں سے پانی نکال لے (اور تمہیں پانی مہیا کرے)'' (الملک ۔ ۳۰)

آپ سورۃ الواقعہ پڑھیے اور سوچیے:

''ہم نے تمہیں پیدا کیا۔ تو تم نہیں مانتے۔ تم بھلا دیکھو وہ جو تم اندر ڈالتے ہو (منی) کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔'' (۵۹۔۵۸)...... ''اچھا بھلا بتاؤ تو سہی تم جو بوتے ہو اس سے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں'' (۶۴۔۶۳)...... ''اچھا بتلاؤ تو ذرا وہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم بادل سے برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔'' (۷۰)......''اچھا بتاؤ وہ آگ تم روشن کرتے یا جلاتے ہو۔ یعنی وہ درخت (جس کی آگ جلاتے ہو) تم نے پیدا کیا یا ہم نے'' (۷۲۔۷۱)......''اے جن اور انسانوں اگر تم میرے آسمانوں اور زمینوں (کی حدود) سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھادو، تم نہیں نکل سکتے۔'' (الرحمٰن ۔ ۳۳)

ان سب چیلنجوں کے بیان کرنے سے اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں کہ زمین پر تم بندے بن کر رہو۔ یہ ترغیب دی گئی ہے کہ زمین پر رہنے والو جس طرح مرضی سے چاہو یہاں رہو۔ بس صرف اتنا یاد رکھو تم ہمارے بندے ہو ۔خدا نہیں ہو۔ عام فہم الفاظ میں بس تم بندے کے بچے بنے رہو۔ زمین میں تمہارے لئے ہر قسم کے تصرفات کی اہلیت رکھ دی ہے۔ تم تو خود اس پر حاکم و متصرف ہو۔ مگر اپنی حاکم اعلیٰ کے سامنے پیشی یاد رکھو۔

انسان کو سمجھانے اور اس کو عقل کے ناخن لینے کے لئے اس کا خالق، رازق، معبود فرماتا ہے:

ترجمہ: ''کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ اور وہ مثالیں چسپاں کرتا رہتا ہے۔ کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کریگا۔ جب یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ اس سے کہہ وہ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت لگائے۔ آگ پیدا کی تاکہ تمہارے چولہے گرم ہوں جب وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو بس یہ کہتا ہے کہ ہو جا......اور وہ کام ہو جاتا ہے۔ (یٰسین ۔ ۸۲)

پروفیسر قاضی حلیم فضلی *

واقعہ معراج النبی ﷺ پر شبہات، اعتراضات اور جوابات

آیت مع ترجمہ:

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ پاک ہے وہ ذات اللہ کی۔ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے، خانہ کعبہ سے، مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ جس کے اردگرد کو برکتوں سے نوازا گیا ہے۔ بندے کو اس لئے لے جایا گیا تا کہ اسے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں دکھائے۔ بے شک اللہ کی ذات سننے والی اور دیکھنے والی ہے۔

قرآنی تفصیل:

معراج النبی ﷺ کے واقعہ معراج کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل کی اس پہلی آیت میں مختصراً دو باتوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے ایک رات میں بندے کو بیت اللہ، مسجد حرام سے بیت المقدس، مسجد اقصیٰ کا سفر کرایا ہے دوسرا اس مقصد کا ذکر ہے کہ اسی بندے کو اس سفر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائے۔

احادیث کی تفصیلات:

معراج کے واقعہ کے متعلق قرآن کریم میں اس سے زیادہ تفصیلات کا ذکر نہیں۔ البتہ اس واقعہ کی تمام دوسری تفصیلات احادیث کے ذریعہ ملتی ہیں۔ یہ واقعہ ۲۷ رجب کی رات کو ہجرت سے ایک سال پہلے مکہ معظمہ میں پیش آیا جب نبی کریم ﷺ کی عمر باون سال تھی۔ اور نبوت کے مرتبہ پر فائز ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے۔ احادیث مبارکہ میں اس واقعہ کی جو تفصیل حضور ﷺ کی زبانی جن صحابہ کرامؓ نے بیان فرمائی ہے۔ ان کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ان میں سات صحابہ کرامؓ وہ ہیں جو اس وقت مسلمان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے اس واقعے کی تفصیل خود نبی کریم ﷺ سے لفظ بہ لفظ سنی ہے۔ مفصل ترین روایات حضورؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ بن مالکؓ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت ابو ہریرہ کی ہیں۔

---

* مدیر ماہنامہ ''القلم'' اوگی مانسہرہ (سرحد)

۱۔ ان صحابہ کرام کی بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حضورؐ اُس رات خانہ کعبہ میں حطیم کے اندر سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آئے اور حضورؐ کو اٹھا کر چشمہ زم زم کے پاس لے گئے۔ وہاں حضور ﷺ کا سینہ حضرت جبریلؑ نے گردن تک چاک کیا اور اندر زمزم کے پانی سے دھو کر صاف کیا' پھر ایک فرشتے نے ایک تھال پیش کیا جس میں حکمت و ایمان کی دولت تھی' اسے حضورؐ کے سینہ میں بھر دیا پھر سینہ مبارک کو سی دیا۔ جس کے بعد آپ کے سامنے سواری کا جانور پیش کیا جو قد میں گدھے سے بڑا اور خچر سے ذرا کم تھا۔ حضورؐ اس پر سوار ہوئے اس کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ حدِ نگاہ تک اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ اس کی اسی برق رفتاری کے باعث اسے بُراق کہا جاتا ہے۔

۲۔ بُراق کا یہ سفر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پر ختم ہوا۔ آپ ﷺ بیت اقصیٰ کے قریب اترے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اسی وجہ سے اسے ہیکل سلیمانی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد مسلمانوں کا پہلا قبلہ بھی رہی تھی اور معراج کے وقت بھی قبلہ تھی اس مندرجہ آیت میں اس مسجد کے ماحول کو بابرکت کہا گیا ہے۔ بَارَکنا حوله' حضور ﷺ نے اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی جس میں آپ کے پیچھے آدمؑ سے لے کر حضورؐ تک تمام انبیاء کرامؑ نے نماز ادا کی۔

۳۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ کے سامنے سیڑھی پیش کی گئی۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہا جاتا ہے اور معراج بلندیوں کو بھی کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ جبرائیل کے ہمراہ اس سیڑھی کے ذریعے فلک الافلاک تک پہنچے۔ حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے۔ اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے۔ آسمان کے مختلف طبقات سے گزرتے ہوئے مختلف انبیاء کرام سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ اور پھر اسی سیڑھی کے ذریعے آپؐ واپس مسجد اقصیٰ تک تشریف لے آئے۔ اور وہاں سے براق کے ذریعہ مکہ معظمہ واپس ہوئے۔

معراج کی دوران تفصیلات:

اس سفر کے دوران دوسری اہم باتوں کے علاوہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔ احادیث کی بکثرت روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے اس سفر میں آپ ﷺ کو جنت اور دوزخ کی سیر بھی کرائی گئی اور مختلف تمثیلات کے ذریعے خداوند تعالیٰ کے احکامات نہ ماننے والے گنہگاروں پر عذاب اور معتوب افراد کو بھی دکھایا گیا۔ احادیث کے ذریعہ یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ اس محیر العقول غیر معمولی واقعہ پر کفار مکہ کو حضور ﷺ کے ساتھ مذاق اور تضحیک کا ایک موضوع ہاتھ آ گیا تھا۔ جس کا چرچا کر کے وہ حضور ﷺ کی بعثت اور ان کی تعلیمات کو ناقابل اعتبار ٹھہراتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بہت سے مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرنا چاہا اور آج بھی مادہ پرست فلسفیوں نے اس واقعہ میں مین میخ نکال کر عقل و فلسفہ کی بنیاد پر اس کی تردید و تاویل میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ان کے اس وقت کے اعتراضات اور آج کے فلسفیوں کے شکوک واشکالات کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

پہلا اعتراض اور جواب: سب سے پہلا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں اتنے اہم اور غیر معمولی

واقعہ کی تفصیل کیوں بیان نہیں ہوتی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اور اس سے متعلق احادیث میں بیان کردہ تفصیلات صرف احادیث کا حاشیہ اور اضافہ ہیں۔

جواب: یہ اعتراض جو بظاہر اہم معلوم ہوتا ہے اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ احادیث کی بیان کردہ تفصیلات قرآن کریم کے مختصر اظہار واقعہ کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اس کی توضیح وتفصیل ہیں اور توضیحات وتفصیلات کسی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کا انکار یا تردید نہیں ہوتیں بلکہ تائید ہوا کرتی ہیں کیونکہ امر واقعہ جس ذات سے متعلق ووابستہ ہوتا ہے اس کی تفصیلات اسی کی زبانی سنیں جس نے بچشم خود ان تفصیلات کو دیکھا ہے اور جس پر وہ تفصیلات واقعۃً گزری ہیں۔ اس کی شھادت اور بیان واقعہ پر زیادہ اعتبار ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کی چہ میگوئیاں' اعتراضات ان کے قیاس وگمان پر مبنی ہیں اور ان کے ذاتی وذہنی شکوک وشبہات کا شاخسانہ ہیں۔

دوسرا اعتراض خواب یا بیداری؟

دوسرا اعتراض جو اعتراض نہیں بلکہ پہلے اعتراض سے بچنے کی ایک تاویل ہے کہ حضورؐ نے یہ سفر عالم خواب میں فرمایا ہے تاکہ واقعہ کے خلاف عقل ہونے کے اعتراض سے بچا جاسکے۔ اور بعض لوگوں نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے اسے ایک روحانی مشاہدہ کہہ کر دامن چھڑا دیا ہے۔

جواب: ان تاویلات کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ عقل پرستوں کے اعتراضات سے بچنے کے لئے اس قسم کی تاویلات کی ضرورت نہیں کہ یہ روحانی مشاہدہ تھا یا عالم خواب میں یہ سفر کرایا گیا بلکہ معراج کا یہ واقعہ عالم بیداری میں ہوا ہے اور حضور ﷺ بذات خود جسمانی طور پر اس سفر پر لے جائے گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ خود اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ بیان کی ابتداء سبحان الذی اسریٰ بعبدہ خود بتاتی ہے کہ یہ واقعہ بہت بڑا اور غیر معمولی واقعہ ہے جو خداوند تعالیٰ کی غیر محدود طاقت اور قدرت سے ظاہر ہوا ہے۔ خواب یا کشف ہوتا تو غیر معمولی واقعہ نہ ہوتا۔ کیونکہ خواب میں تو ہر کوئی آسمانوں اور ہواؤں میں اڑتا رہتا ہے اور غیر معمولی خواب دیکھتا رہتا ہے' رہا کشف تو وہ بھی بڑے بڑے بزرگوں کو بیٹھے بٹھائے ہوتا رہتا ہے۔ اس مندرجہ بیان کی مندرجہ بالا تمہید بتاتی ہے۔ کہ اللہ کی ذات تمام کمزوریوں اور نقائص سے پاک ہے وہ اپنی اس قسم کی قدرت اور طاقت دکھانے سے معذور نہیں بلکہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔

پھر قرآن کریم کا یہ فقرہ کہ" وہ اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا" خواب یا کشف کی صورت کے لئے موزوں نہیں۔ اگر خواب یا کشف کی صورت ہوتی تو کہا جاتا اپنے بندے کو خواب دکھایا یا بیٹھے بٹھائے روحانی سیر کرادی۔ بندے کو لے جانا کے الفاظ نہ کہے جاتے خواب یا کشف کے ذریعہ ایک رات میں یہ سب کچھ دکھاتا۔ غیر معمولی واقعہ بھی نہ ہوتا اور نہ مشرکین مکہ کو اعتراض ہوتا کہ ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا

سفر کئی دنوں کی بجائے ایک رات میں کیونکہ طے ہوا ثابت یہ ہوا کہ یہ محض ایک روحانی یا خوابی سفر نہ تھا نہ مشاہدہ تھا بلکہ جسمانی سفر اور کھلی آنکھوں کا مشاہدہ تھا جو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضورؐ کو کرایا۔ خداوند تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر یقین رکھنے والے اگر ذرائع سفر کی جدید تیز رفتار سہولتوں کی عدم موجودگی کے باوجود اس سفر سے انکار نہیں کر سکتے۔ تو انہیں احادیث کی تفصیل کو بھی ماننا پڑے گا۔

اتنے طویل سفر کے ایک رات میں طے ہونے کے امکانات اور ناممکنات کی بحث تو وہاں پیدا ہوتی ہے جب معاملہ کسی مخلوق کے اپنے اختیار اور طاقت کا دعویٰ ہو۔ یعنی سفر کرنے والا خود دعویٰ کرے کہ میں نے سفر کیا اور ایک رات میں یہاں سے وہاں جا کر واپس آیا ہوں لیکن یہاں یہ دعویٰ وہ بندہ نہیں کرتا' یہ کہ خود خدا کہتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے کہ اپنے بندے کو لے گیا ہوں تو پھر اس بحث میں وہی لوگ پڑ سکتے ہیں جو خداوند تعالیٰ کو قادر مطلق نہ مانتے ہوں

خدا کے ایک جگہ مقیم ہونے کا اعتراض:

واقعہ معراج پر منکرین حدیث نے بھی اعتراضات کئے ہیں کہ احادیث کے ذریعے اس واقعہ کی تفصیل محض اضافہ ہے جو قرآن کریم نے غیر مفصل اظہار واقعہ کے خلاف ہے اور اعتباری نہیں ہے۔ ان کے اس اعتراض کا جواب تو پہلے آ گیا ہے البتہ ان کے باقی دو اعتراضات وزن رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کا اس واقعہ میں خدا کے حضور حاضر ہونے سے خداوند تعالیٰ کا ایک خاص مقام پر موجود ہونا اور مقیم ہونا لازم آتا ہے کہ بندے کی پیشی اس خاص مقام پر خدا کے سامنے ہوئی ہوگی۔ جبکہ خدا کی ذات مقام کی قید سے آزاد ہے اور ہر جگہ وہر مقام پر موجود ہے۔ جواب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات بے شک لامحدود ہے۔ مگر جب اپنی مخلوق کے ساتھ اس کا معاملہ آتا ہے تو اپنی کمزوری کیوجہ سے نہیں بلکہ اپنی مخلوق کی کمزوری کی بنا' پر اسے محدود ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً اسے مخلوق سے کلام کرنا پڑتا ہے تو محدود طریقہ اختیار کرتا ہے جسے بندہ سن سکے' سمجھ سکے' اسی طرح جب اسے اپنے بندے کو اپنی سلطنت کی عظیم الشان نشانیاں دکھانا ہوتی ہیں تو اسے وہیں لے جاتا ہے جہاں پر نشانیاں موجود ہوتی ہیں کیونکہ بندہ ساری کائنات کو نہیں دیکھ سکتا جسے خدا دیکھ سکتا ہے' خدا کو کسی چیز کے دیکھنے کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے بندے کو ہوتی ہے یہی معاملہ خدا کے سامنے بندے کے پیش ہونے کا ہے خالق خود کسی مقام پر متمکن نہیں مگر بندہ اس کی ملاقات کے لئے کہ وہ مقام کا محتاج ہے جہاں خداوند تعالیٰ اپنی تجلیات مرکوز کرے۔

منکرین حدیث کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضور ﷺ کو بہت سے ایسے لوگ دکھلائے گئے جو مبتلائے عذاب تھے' حالانکہ کسی کے جنتی اور دوزخی ہونے اور اس کی جزا و سزا کے فیصلے کا دارومدار قیامت پر موقوف ہے تو قیامت سے پہلے کہ جو ابھی قائم نہیں ہوئی۔ ان کے جرائم کے مقدمات ابھی پیش ہی نہیں ہوئے تو پہلے ہی ان سزاؤں میں کیوں مبتلا دکھایا گیا۔ جواب یہ ہے کہ معراج پر جو بہت سے مشاہدات حضور ﷺ کو دکھلائے ہیں وہ حقیقتوں کو تمثل کر کے تمثیلی

انداز میں دکھائے گئے ہیں برے اعمال کی تمام سزائیں تمثیل کے انداز میں ہیں حقیقت نہیں ہیں۔

مثلاً ایک فتنہ انگیز بات کو چھوٹے سے سوراخ یا شگاف سے موٹے تازے بیل کی صورت دکھایا گیا ہے کہ فتنہ انگیز بات جب ایک بار منہ سے نکل جاتی ہے تو انسان اس کے نتائج کو لاکھ روکنا چاہے نہیں روک سکتا۔ اس کے اثرات و نتائج کو ہزار کوششوں کے باوجود نہ سمیٹا جا سکتا ہے نہ چھپایا جا سکتا ہے۔

ان تمثیلات میں بعض لوگ ایسے دکھائے گئے جو تازہ و نفیس گوشت کے قریب ہوتے ہوئے بھی بدبودار سڑا ہوا گوشت کھاتے ہوئے دکھائے گئے۔ جو اس حقیقت کی عکاسی ہے کہ زنا کا ہر مرد اور عورتیں جائز و حلال پاک مردوں کو بیویوں کے ہوتے ہوئے زناکاری کے مرتکب ہوتے ہیں جو سڑے ہوئے بدبودار اور غلیظ گوشت کھانے کے برابر ہے

اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنیوالوں کو جنگلی گھاس، پتھر اور انگارے کھاتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ وہ زکوٰۃ اور صدقات کے بغیر اپنے مالوں کو ان اشیاء کی طرح کھائیں اور انہیں وہاں پتھروں اور انگاروں کو کھانے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

واقعہ معراج پر اعتراض کی بنیاد

اس واقعہ معراج پر بعض عقل پرستوں، منکرین حدیث اور فلسفہ دانوں نے جو مندرجہ بالا اعتراضات کئے ہیں بعض علماء کرام نے ان کی تاویلات فرمائی ہیں وہ اس بنیادی حقیقت کو نہیں سمجھتے یا اس پر غور نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو خداوند تعالیٰ، اس کی بے پناہ اور لامحدود قدرتوں کو اپنے علم اور اختیارات پر قیاس کر کے ان دیکھی حقیقتوں کے بارے میں لوگوں کی اور اپنی گمراہی کا سامان فراہم کرتے ہیں اور لوگوں کے ایمان کو متزلزل کرتے ہیں۔

بنیادی حقیقت اور ہمارے ایمان کا ذریعہ:

خدا پر ہر آدمی کے ایمان کا سب سے بڑا ذریعہ خداوند تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور منتخب کئے ہوئے وہ خاص بندے ہیں جنہیں ان کے دور اور زمانے کے لوگ ان میں زندگی گزارنے کے باعث جانتے اور پہچانتے ہیں۔ ان کا کردار ان کی دیانت، ان کی صداقت، ان لوگوں اور اپنے زمانے میں مصدقہ اور مسلم ہوتی ہے اور کسی کو بھی نعوذ باللہ من ذالک ان کے جھوٹے دھوکے باز اور فریبی ہونے کا ثبوت تو بڑی بات ہے۔ ان کا کوئی عمل کوئی قول اور کوئی واقعہ باوجود شدید مخالفتوں کے ایسا نہیں ملتا کہ جس کی بنیاد پر وہ ان کے دعویٰ نبوت اور ان کے متعلق خدا کے انتخاب پر انگلی رکھنے کا موقع مل سکے۔ پھر وہ منتخب افراد، انبیاء کرام، جن باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، ان پر نہ صرف خود عمل کر کے دکھاتے ہیں بلکہ ان تعلیمات پر عمل کرنے والوں کی زندگیوں میں خوشگوار انقلاب آ جاتا ہے۔ برائیوں کی بجائے نیکیاں پھیلتی اور پھولتی ہیں، سوسائٹی کے بگاڑ و فساد میں امن و اصلاح آ جاتی ہے۔ معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے۔ وہ جن تاریخی واقعات کا حوالہ دیتے ہیں وہ سچے اور درست ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی، اس کی تائید و حمایت انکی

انفرادی واجتماعی زندگیوں میں دیکھی اور محسوس کی جاتی ہے اور خود بھی روحانی ترقیوں کے باعث نبوت اور اسکی تعلیمات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض لیکون من الموقنین ۔ اسی طرح ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت کی سیر کرائی گئی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے بن جائیں۔ خود حضور ﷺ کو جو مشاہدہ کرایا گیا۔ اسکی تائید سورۃ والنجم سے ہوتی ہے۔ وَمَا ضلّ صاحبکم وما غویٰ ان کے صاحب حضورؐ نہ تو گمراہ ہیں اور نہ باغی ہیں۔ علمه شدِیدُ القویٰ ۔ ان کی تعلیمات شدید قوتوں والے رب نے انہیں دی ہیں۔ذو مرہ فا ستویٰ ۔وہ آپ طاقت اور حکمت والا ہے جو اپنے جسم میں نظر آیا۔ وھو بالافق الاعلیٰ وہ رب آسمان کے دو کناروں پر تھا۔ ثم ونا فتدلیٰ ۔ پھر وہ اس کے قریب بڑھے اور آگے ہوئے۔ فکانَ قاب قوسَین اَو اَدنیٰ۔ اتنے قریب کہ درمیانی فاصلہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم رہ گیا۔ مَا کذب الفُوَاد ما رأی ۔اور جو کچھ اس نے دیکھا اس کے دل وشعور نے اسے جھوٹ نہ جانا۔ اَفتمرُ ونه علیٰ مَایَریٰ ۔ کیا تم ان حقیقتوں کے بارے میں اس سے جھگڑتے ہو یا اختلاف کرتے ہو جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ لقد رای من آیات رَبّه الکُبریٰ انہوں نے اپنے پروردگار کی کتنی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں۔

چنانچہ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام اور بالخصوص معراج کے متعلق حضور ﷺ کی تمام تفصیلات اسی بنیادی حقیقت اور خداوند تعالیٰ کی بتائی ہوئی مشاہداتی تفصیلات میں جو جاگتے ہوئے جسمانی مشاہدے سے تعلق رکھتی ہیں اب جو لوگ حضورؐ کی بتائی ہوئی ان تفصیلات میں شک وشبہ میں مبتلا ہو کر تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ یا سر سے واقعہ معراج کا انکار کرتے ہیں۔ ہم انہیں اسی سورۃ النجم کی قرآنی آیات سے جواب دیتے ہیں۔ فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الاالحیوۃ الدنیا ۔ ذالک مبلغھم من العلم ۔ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیله وھو اعلم بمن الھتدیٰ۔ (النجم ۳۰۲) وما لھم به من علم ان یتبعون الاالظن وان الظن لایغنی من الحق شیا (۲۸) اے نبی جو شخص ہمارے ذکر سے منہ موڑتا، تسلیم نہیں کرتا۔ اور دنیا کی زندگی کے جسے کچھ مطلوب نہیں۔ اسے ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ان لوگوں کا مبلغ علم میں یہی کچھ ہے۔ یہ بات تیرا رب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ میں بھٹک گیا ہے۔ اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

اس معاملے میں ان کو کوئی علم حاصل نہیں ہے وہ محض اپنے وہم وگمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور ظن وگمان حق کی جگہ نہیں لے سکتا۔ وما علینا الا البلاغ

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

دینی مدارس علوم نبوت اور نفاذ شریعت کی ایک تحریک

وقوع قیامت کے عقلی اور نقلی دلائل

قرآن وسنت کی روشنی میں

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم اما بعد عن عمر بن الخطابؓ قال بينما نحن عند رسول الله صلعم ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض الثياب شديد سواد الشعر لايرى عليه اثر السفرولايعرفه منا احدحتى جلس الى النبى صلعم فاسند ركبتيه الى ركبتيه ووضع كفيه على فخذيه وقال يا محمدؐ اخبرنى عن الساعة قالؐ ما المسؤل عنها باعلم من السائل قال فاخبرنى عن اماراتها قالؐ ان تلد الامة ربتها وأن ترى الحفاة العراة العالة رعاة الشاء يتطاولون فى البنيان الخ اوكما قالؐ (رواه مسلم و بخاری)

ترجمہ: " حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسولؐ کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص اچانک ظاہر ہوا۔ نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا بال بہت سیاہ تھے اس پر سفر کے نشانات موجود نہ تھے ہم میں سے کوئی بھی اسے جاننے والا نہ تھا' آ کر حضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا' حضورؐ کے اتنا قریب بیٹھا کہ اپنے دونوں زانوؤں کو حضورؐ کے زانوؤں کے ساتھ ملا دیا او راپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے زانوؤں پر رکھ کر کہا کہ "یا محمدؐ" مجھے بتلا دیجئے کہ قیامت کب آئے گی۔

آخرت پر یقین کامل:

اسلام کے اعلیٰ ترین اور دنیا و آخرت کے فوز و فلاح پر مبنی عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جو یقین کامل رکھے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں مجھے ہر کئے ہوئے عمل کا رب العزت کے سامنے جوابدہی کے لئے پیش ہو کر انعام و سزا حاصل کرنے کے عمل سے گزرنا ہی ہے' اس دن کو کہیں قرآن نے "الساعۃ" کے نام سے ذکر فرمایا' بعض مقامات میں "القیامہ" اور کبھی "القارعہ" "الواقعہ" الحاقہ" الغاشیۃ" "آزفہ' یوم التغابن' خافضہ' رافعہ کے اسماء سے اس دن کا ذکر ہوا ہے۔

قیامت کا وجود اور حشر ونشر کا اعتقاد انسانی زندگی کا اہم شعبہ ہے جس پر دائمی تباہی عذاب یا ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی وعیش وعشرت کا دارومدار ہے۔ ایک حقیقی مسلمان اپنے ہوش وحواس سنبھالتے ہی خود تو کیا بلکہ اپنے نابالغ بچوں تک کو اس مجازاۃ اعمال کے دن کا دلوں میں راسخ کروانے ایمان مجمل ومفصل کی شکل میں ہر دو کلمات مفصلہ و مجملہ کے حفظ کا اہتمام کرواتے ہیں۔

دہریت کے افکار:

آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء صلعم تک تمام آسمانی ادیان قیامت اور موت کے بعد دوبارہ زندگی کے بنیادی عقائد پر متفق ہیں، غیر محرف شدہ تمام آسمانی کتب نے روز قیامت کے وجود کی خبر دی ہے، صرف وہ لوگ جو الٰہی نظریات سے نابلد یا قصداً منکر و جاہل بن کر الحاد و دہریت اور نیچریت کے افکار کے دلدادہ رہے اور آج بھی ہیں عقیدہ قیامت کو ملائیت کی بنیاد پرستی کا نام دے کر انکار کر دیتے ہیں جبکہ ان کے پاس اپنے اس کافرانہ قول کے اثبات کے لئے کوئی قابل اعتبار نقلی دلیل ہے اور نہ عقلی۔ ایسے لوگوں کا مقصد حیات ہی اس چندروزہ دنیا میں رہ کر اس کے مال ومتاع سے فائدہ حاصل کرنا ہے خواہ وہ جس انداز سے بھی حاصل ہو ان کے ہاں کوئی قید وشرط نہیں، نہ حلال وحرام اور نہ اپنے دغیر اور نہ جائز وناجائز کی تمیز کیونکہ ان کے نزدیک حیاۃ دنیوی سے آگے اور کوئی مرحلہ ہے اور نہ اور کوئی عالم۔ اسی دنیا کی عیش وعشرت کو حقیقی عیش اور یہاں کی مصیبت وتکلیف کو حقیقی مصیبت سمجھتے ہیں جبکہ ایک مرد مومن کا ایمان کامل ہوتا ہے کہ اس دنیا کی چندروزہ عیش اور آرام نہ دائمی سکون ہے اور یہاں کی اذیت وپریشانی نہ دائمی بے اطمینانی ہے، حقیقی اطمینان ودائمی اذیت کے فیصلہ کیلئے ایک دن مقرر ہے جو مذہب وشریعت کی اصطلاح میں قیامت کے نام سے عام و خاص کی زبان پر مشہور ہے۔

بارگاہ ربوبیت میں حاضری:

ثبوت قیامت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر رب کے حضور حساب وکتاب کے لئے حاضری کے دلائل سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ کہیں ارشاد ہے: افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً وانکم الینا لاترجعون۔

''کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اس کو بے کار چھوڑے گا'' کے ذریعہ توجہ دلائی گئی۔

سورۃ البقرہ کی ابتداء ہی میں قرآن کریم کے ربانی کتاب ہونے کے ثبوت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کتاب ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو تقوی اور ایمان بالغیب کے وصف سے مالامال ہو کر اقامت صلوۃ اور اللہ کے دیئے ہوئے اموال سے اس کی رضا کی خاطر خرچ کرتے ہیں فرائض اسلام کی ادائیگی کے ساتھ ان لوگوں کا جو وصف اہتمام سے بیان کیا گیا وہ یہ ہے: وبالاخرۃ ھم یوقنون (سورۃ بقرہ)

ترجمہ: ''اور آخرت پر وہی لوگ ایمان ویقین رکھتے ہیں''

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان اور عقیدہ آخرت و قیامت آپس میں لازم وملزوم ہیں بلکہ اللہ و رسول پر ایمان کا دارومدار ہی ایمان باالاخرۃ پر ہے۔

کفار مکہ حضورؐ کی دشمنی کے ساتھ ساتھ اسلام کے کے دو بنیادی عقائد کا زوروشور سے تردید وانکار کرتے تھے، جن میں پہلا عقیدہ اقرار رسالت اور دوسرا روزِ قیامت۔

منکرین آخرت کے بونڈے دلائل:

صرف انکار نہیں بلکہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا سن کر پیغمبر اور اسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے بھونڈے دلائل پیش کرتے کہ: ھل ندلکم علی رجل ینبئکم اذأ مزقتم کل ممزق انکم لفی خلق جدید افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنہ (سورۃ نساء) ترجمہ: کیا ہم تمہیں ایک ایسے شخص کی خبر نہ دیں جو تم کو یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ کردیئے جاؤ گے تو مرنے کے بعد تم کو یقیناً ایک نئی پیدائش کے ساتھ اٹھایا جائیگا کیا یہ بات اللہ پر جھوٹ، بہتان نہیں ہے یا یہ کہ اس شخص کو جنون ہوگیا ہے

آپ نے سنا کہ نبی آخرالزمان کو عقیدہ قیامت کے بیان پر منکرین بعث بعد الموت نے کن کن برے القابات سے نوازا۔ جبکہ حق تعالیٰ نے ان بدطینت لوگوں کی تردید اور قیامت کے مسئلہ کو بار بار انتہائی وضاحت اور عام فہم وزنی معقول دلائل کے ساتھ قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ قل اللہ یحیکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ ترجمہ: کہہ دیجئے ان لوگوں کو کہ اللہ ہی تم لوگوں کو حیات وزندگی عطا کرتا ہے پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور پھر وہی تم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

وجود آخرت پر معقول دلیل:

سورۃ یٰسین میں اللہ تعالیٰ منکرین یوم الجزاء کی غیر معقول دلیل ذکر کرنے کے بعد معقول اور عام فہم انداز میں رد فرمارہے ہیں: قال من یحیی العظام وھی رمیم، قل یحیھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم (سورۃ یٰسین)

ترجمہ: کفار نے کہا کہ کون ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا، جبکہ وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہوچکی ہوں گی، آپ (اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے کہ وہی خدا ان کو دوبارہ زندہ کردے گا جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ ارشاد ہے: اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوت والارض ولم یعی بخلقھن بقادر علی ان یحی الموتی بلی انہ علی کل شئی قدیر (سورہ الاحقاف) ترجمہ: کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ ان کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا تو کیا وہ اس پر قادر نہ ہوگا کہ مردوں کو (دوبارہ) زندہ کردے۔ بے شک وہ خداوند عالم ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے

والا ہے۔

یہ انتہائی سادہ معقول اور فطری انداز میں سمجھانے کی دلیل ہے کہ جس ذات نے آسمان وزمین اور ان میں موجود اتنے سارے کائنات کو بغیر کسی سابق مثال کے نیست سے ہست کی صورت میں موجود فرمایا اور اس کے پیدا کرنے میں نہ اس نے تھکاوٹ محسوس کی اور نہ کسی رکاوٹ اور مشکل کو اس تخلیق میں حائل ہونا پڑا تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ دوبارہ ان ریزہ ریزہ اور بوسیدہ اجزائے بنی آدم کو جمع فرما کر دوبارہ پیدا فرمائے دنیا کی فانی مخلوق کا بھی اصول ہے کہ پہلی دفعہ ایجاد کرنے سے اسی چیز کا اعادہ انتہائی سہل ہوتا ہے۔ تو وہ ذاتِ باری جو حی اور قیوم اور علی کل شئی قدیر ہے کہ بارہ میں یہ تصور اور عقیدہ قائم کرنا کہ بوسیدہ اجزاء کا اعادہ اس کے لئے ناممکن ہے عقل و شعور سے فانی ہونے کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے صرف یہی آیات قیامت پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اثبات قیامت اور حشر اجساد سے تمام قرآن ال سے آخر تک اور احادیث مشہورہ کے ذخائر سے بھرے پڑے ہیں۔

عقل سلیم کے تقاضے:

ان بے شمار نقلی دلائل کے علاوہ عقل سلیم بھی اس بات کی متقاضی ہے کہ قیامت اور روز مجازاۃ اعمال حق ہے کیونکہ اللہ نے کل کائنات انسان کی خدمت اور فائدہ کیلئے پیدا فرمائی۔ سارا کارخانہ عالم انسان کا خادم اور حضرت انسانِ مخدوم و سخر لکم مافی السموات والارض۔ اب اللہ کے اتنے بیشمار انعامات کے بعد آخر اس انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے اس کی ڈیوٹی اور فرائض کا تعین خود منعم حقیقی اور خالق کائنات نے کر دیا کہ:

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون یعنی ہم نے جن وانس کو خدا کی عبادت کے لئے پیدا کیا' کائنات اس کی خدمت پر مامور اور انسان اللہ کی اطاعت وعبادت پر مامور۔ اسی اطاعت وعبادت پر ثمرات کا مرتب ہونا ہے۔ جس نے اپنی زندگی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں صرف کی گویا اس نے اللہ کی طرف سے دنیا میں ہزارہا پیدا کی گئی نعمتوں سے فائدہ لیتے ہوئے مقصدِ پیدائش یعنی عبادتِ حق کا فریضہ بھی ادا کر دیا۔ اور جس بدقسمت نے اس کارخانہ ربانی کی ان گنت نعمتوں سے مستفید ہونے کے بعد بھی اپنی پیدائش کی غرض سے روگردانی کی اور اس قیمتی چند روزہ زندگی کو اللہ کی اطاعت وعبادت کی بجائے لہو ولعب میں خرچ کر دیا' اب جس نے عبادت کی اور جو اس سے محروم رہا۔ ان کے درمیان فرق وامتیاز عقلاً وعرفاً ضروری ہے اگر یہ امتیاز نہ ہوا تو پھر جس نے عبادت کی مقصدِ تخلیق پر عمل پیرا رہا۔ اس کی پیدائش کی غرض بھی فضول اور بے فائدہ رہی۔ اسی امتیاز اور فرق کرنے کے دن کو یوم القیامہ اور یوم الفصل کہا جاتا ہے ان یوم الفصل کان میقاتا میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

دنیا مجموعہ اشرار واخیار ہے:

اس کی مزید وضاحت اس طرح کرتا چلوں کہ یہ دنیا مجموعہ اشرار واخیار ہے' شیطان آدمؑ کے سامنے سجدہ

ادب کرنے سے انکار پر جنت سے نکالا گیا' وہیں سے انسانیت دشمنی شروع کر کے اس نے نسل آدم کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھائی کہ میں چاروں اطراف سے حملہ آور ہو کر اولاد آدم کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کے لے ہر حربہ استعمال کروں گا خالق انسانیت نے بھی ایک خاص مدت تک مہلت دے کر فرمایا کہ ذلیل وخوار ہو کر جنت سے نکل اور اولادِ آدم میں سے جو بھی تیری اتباع کرے گا۔ تو میں تیرے متبعین سمیت تمہیں واصل جہنم کردوں گا۔ اب شیطان اسی عزم وقصد سے انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہا ہے' انبیاء وصلحا' وخطباء بنی نوع آدم کو صراط مستقیم پر گامزن رکھنے کے لئے کلام ربانی اور احکامات سبحانی کے بہترین ہتھیار کے ذریعہ بعثت آدم سے لے کر قیامت سے پہلے مقررہ وقت تک دفاع کرر ہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں اولاد آدم دو کیمپوں میں بٹ گئی۔ ایک بد بخت شیطان کے بہکانے میں آ کر حزب الشیطان کا حصہ بنا۔ دوسرا خوش نصیب رحمان کے بتلائے ہوئے رشد وہدایت کی راہ اپنا کر حزب اللہ کا عضو او رممبر بنا۔ گویا تمام بنی آدم اسی عالم کے اجزاء ہیں۔ جس میں بعض کار آمد اور بعض بے کار۔ بعض اعلیٰ وقیمتی اور بعض ادنیٰ اور بے قیمت ہونے کے درجے ہیں۔ اب دنیا کے عرف ورواج میں جب دو کار آمد و بے کار انواع آپس میں ملے ہوئے ہوں تو ایک کو اپنے مکان ومصرف پر پہونچا دیا جاتا ہے۔ آپ میں سے اکثر سامعین گندم کی بوائی سے کاٹنے اور پھر صفائی تک کے عمل سے واقف ہیں کہ کاشتکار گندم کے کھیت میں بوائی کر کے سارے کھیت کی رکھوالی چار پانچ مہینے تک کرتا ہے اسی دوران' بے شمار مشقتوں کا سامنا کر کے وقت مقررہ پر کٹوائی کے مرحلہ پر آکر بھوسے کے علاوہ بیشمار ادنیٰ وکم قیمت گھاس وکانٹے بھی ساتھ کٹ جاتے ہیں جو کسی انسان کے کھانے کے استعمال بھی نہیں آتے۔ جس کے بعد کاشت کار اس سارے مجموعہ کو کسی کھلے میدان یعنی کھلیان وغیرہ میں لے جا کر جانوروں اور سائنسی آلات کے ذریعے روندنے کے عمل سے گزارتا ہے۔ تاکہ اعلیٰ وادنی اجزاء یعنی گندم اور کانٹے وبھوسہ الگ الگ ہو جائیں۔ ان دونوں کو مختلف طریقوں سے جدا کر کے ہر ایک کو اپنے اپنے ٹھکانے پہونچایا جاتا ہے۔ گندم قیمتی اناج ہونے کی وجہ سے پوری صفائی اور اہتمام سے انسان اپنے کھانے کے لئے محفوظ کر لیتا ہے۔ اور بھوسہ بے قیمت وخسیس ہونے کی وجہ سے اسے حیوانات کے آگے بطور چارہ یا پھر جلانے کے کام آتا ہے۔

دنیا میں تو برے اور بھلے میں ہم امتیاز کرتے ہیں تو اس رب العالمین کا بارے میں کیسے یہ تصور کیا جائے کہ اس کے ہاں خیر وشر کی تمیز نہ ہوگی جب کہ اس نے خود اس غلط تصور کی نفی انتہائی شدت سے کی ہے ارشاد ہے کہ۔

ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کا المفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کا الفجار۔ ترجمہ: کیا اگر آخرت نہیں ہے تو ہم اللہ پر یقین کرنے والوں اور نیکوکاروں کو مفسدوں کے برابر رکھیں گے اور نیکوکاروں کے ساتھ بدکاروں کا سلوک کریں گے۔ ہرگز نہیں۔

فیصلے کا دن:

اسی خیر و شر کے درمیان تمیز اور جدائی کے لئے اللہ نے جو دن مقرر کیا ہے اور جس کا بیان رب العزت نے سورۃ یسٰین کی آیت و امتازو الیوم ایھا المجرمون (اے مجرمو نیکوکاروں سے الگ ہو جاؤ) میں صراحۃ سے بیان فرمایا ہے اسے یوم الجزاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں حزب اللہ کے ارکان اپنے ٹھکانے جنت او رحزب الشیطان کے افراد اپنے مسکن جہنم پہونچا دیئے جائیں گے۔

مسئلہ معاد پر عقلی دلیل:

ایک محقق بزرگ نے مسئلہ معاد یعنی ثبوت قیامت پر عقلی اعتبار سے دلائل پیش کرتے ہوئے ایک دلیل کے ضمن میں فرمایا کہ آخرت و قیامت کا خوف ہی انسانی زندگی کو برے اعمال وافعال و منکرات سے بچانے والی چیز ہے اگر انسان اس فکر سے آزاد ہو جائے پھر اللہ کی اس دھرتی پر اسے کوئی خون ریزی' دوسروں کے حقوق غصب کرنے' گناہوں کیا رتکاب وغیرہ سے روکنے والا نہیں۔ یہی عقیدہ اور تصور ہو تو خلوت میں بھی اللہ کے حضور حاضر ہو کر اپنے کیئے کی جزاء وسزاء کا خوف ہوگا اور جلوت میں بھی۔ رات کے اندھیروں' دن کے اجالوں اور بیابانوں میں جہاں کوئی بھی اسے دیکھنے والا نہ ہو گناہوں سے روکنے والی طاقت صرف اور صرف خوف خداوندی اور پختہ یقین کہ فمن یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرہ شرا یرہ۔

کہ ایک دن ہر عمل ایک خاص شکل میں دیکھنا ہے اور اس پر اسی کے مطابق نتیجہ وثمرہ مرتب ہونا ہے۔ تو گویا اس سارے عالم کو ظلم و جبر' استحصال واستبداد سے محفوظ رکھنے کا سب سے بڑا گر عقیدہ قیامت پر پختہ یقین ہے۔

عقیدہ آخرت کے برکات:

تاریخ انسانیت پر نظر دوڑائیں کہ جس قوم و ملک اور ملت نے حقیقی معنوں میں اس عقیدہ کو اپنایا منکرات اور گناہوں کے ساتھ ساتھ' ظلم وستم' باہمی فساد' قتل وغارت جیسے جرائم سے محفوظ رہے۔ وہ پوری ملت امن وامان کا گہوارہ رہی اور جس خطہ کے لوگوں کا قیامت پر عقیدہ صرف زبانی اور نا مکمل یا اس سے انحراف کیا ہے وہ قسم قسم کے گناہوں کے دلدل میں پھنسنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی بے راہ روی' بدامنی' بے حیائی اور قتل وغارت گری' لوٹ کھسوٹ جیسے جرائم میں مبتلا رہی ہیں۔

جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہر نبی رسول نے دین کے بنیادی عقائد و تعلیمات کے ساتھ مردوں کو دوبارہ زندگی اور قیامت کے عقیدہ پر بھی زور دیا اور قرآن نے تو پھر انتہائی تفصیل سے اجاگر کر کے مصدقالما معکم کی حیثیت سے گزشتہ آسمانی کتب جن میں قیامت کا تذکرہ تھا کی تصدیق کر دی۔ جیسے اور انبیاء کے ادوار میں منکرین قیامت اس عقیدہ کو سن کر نہ صرف انکار کرتے بلکہ اسے نا قابل فہم مشرکین عقیدہ بعث بعد الموت یعنی قیامت کا سن کر قسم

قسم کے اعتراضات وسوالات کرتے کبھی کہتے کہ من یحیی العظام وھی رمیم (کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا) جس کے جواب میں اللہ نے فرمایا: قل یحیھا الذی انشأ ھا اول مرۃ ۔''ان کو بتلا دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار بنایا'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وھوا ھون علیہ '' دوبارہ پیدا کرنا پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہے''

کبھی کہتے ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین ۔ '' زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے جس میں جینا اور مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ ہونے والے نہیں۔'' جبکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ افجستم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لاترجعون۔ '' کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم اعمال کے نتائج وثمرات پانے کے لئے قیامت میں ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے۔

بالکل اسی قسم کے خیالات اور عقائد فاسدہ اس دور میں ان برائے نام مسلمانوں کے بھی ہیں جو مادہ پرستی کی لپیٹ' خواہشاتِ نفس کی غلامی اور اہل یورپ کی تقلید میں اندھے ہو چکے ہیں۔ نام کے تو مسلمان مگر ان کے سامنے جب قیامت' عذاب قبر' موت کے بعد زندگی اور حساب و کتاب کے عقائد واعظ بیان کریں تو اسے ملاّ کے توہمات اور فرضی تصورات سے تعبیر کر کے انکار کر جاتے ہیں جو کہ صریح کفر اور عقائد حقہ سے انحراف کے مترادف ہے۔

اس حدیث کے سلسلہ میں مزید معروضات اگر زندگی رہی تو انشاء اللہ اگلے جمعہ کو ذکر کروں گا۔

احکم الحاکمین مجھے اور آپ کو روزِ قیامت پر کماحقہ ایمان لانے کی توفیق نصیب فرما کر اس سخت ترین روز کی صعوبتوں سے محفوظ فرماویں۔ آمین!

ملک کے نامور دانشور اور اسکالر
مولانا ڈاکٹر محمد دین صاحبؒ کا سانحہ ارتحال

گزشتہ دنوں علمی دنیا کو ایک اور بڑے سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ پشاور کی مشہور علمی شخصیت مولانا ڈاکٹر محمد دین صاحب کا حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہوا۔ مرحوم انتہائی ملنسار اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ کئی علمی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف تھے اور تاج کتب خانہ کے نام سے پشاور میں ایک مشہور مکتبہ کھولا تھا۔ جس سے آپ اپنی کتابیں چھپوایا کرتے تھے۔ حال ہی میں تفسیر نبویؐ کے نام سے عربی تفسیر کی ایک جلد شائع کی تھی کہ پیک اجل آ پہنچا۔ اور یوں وہ تفسیر تشنہ تکمیل رہ گئی۔ ادارہ آپ کے خاندان کے ساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔ .... (ادارہ)

جناب محمد یونس مئو *

مطلقہ کا حق متاع اور اس کی معاشرتی حکمت
تفسیر و فقہ کی روشنی میں

سورۂ بقرہ کی آیت ہے وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ (۱)
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عموم کے ساتھ تمام مطلقات کے لئے ''لام تملیک'' ذکر کرتے ہوئے متعہ (متاع) واجب قرار دیا ہے (۲) زیر بحث آیت کے حوالے سے ان امور پر بات کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

''مطلقٰت''　''متاع''　''بالمعروف''　''حقاعلی المتقین''

''مطلقٰت'' سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو طلاق دی جائے۔ مہر اور وطی کے اعتبار سے طلاق کی چار اقسام ہوسکتی ہیں۔

۱۔ نہ مہر مقرر کیا گیا ہو اور نہ خلوت کی گئی ہو صرف نکاح کر کے طلاق دے دی ہو۔ انکے مہر نہیں بلکہ دستور کے مطابق ''متعہ'' خرچ دینا ہے۔ کم از کم کپڑوں کا جوڑا اور زیادہ سے زیادہ نصف مہر (۳)۔ یہ صورت مولانا عبدالحق حقانی مفسر ''فتح المنان'' المعروف ''تفسیر حقانی'' نے بیان کی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب مہر مقرر ہی نہیں ہوا تو اسکے نصف سے کیا مراد ہوسکتی ہے۔ غالباً مولانا کی مراد مہر مثل کی نصف سے ہے۔ بہر حال قرآن کی اس آیت سے بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

لاجناح علیکم ان طلقتم النسآ مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضة ومتعوھن (۴) ......

یہاں پر فریضة اور متعوھن کے الفاظ الگ الگ بیان ہوئے ہیں جس سے یہ صراحت ہوتی ہے کہ مہر اور متاع دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں جیسا کہ سید قطب شہید نے اپنی معروف اور جدید تفسیر میں لکھا ہے ''اور یعنی کچھ نہ کچھ دینا نفقات واجبہ سے علیحدہ چیز ہے (۵)۔

۲۔ مہر اور وطی کے پس منظر میں طلاق کی دوسری صورت ان عورتوں کے بارے میں ہے جن کا مہر مقرر ہوا اور

---

* لیکچرار - جی سی ٹی آئی تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ

جن سے خلوت ہوئی ہو ان کو پورا مہر دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہے:

فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة (۶)

یاد رہے اس صورت میں مہر کے علاوہ متاع مستحب ہوتا ہے جس کی تفصیل آیا چاہتی ہے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مہر تو معین و مقرر ہو لیکن خلوت نہ کی گئی ہو اس صورت میں مطلقہ کو آدھا مہر دیا جائے گا یہاں بھی مہر کے علاوہ متاع مستحب ہوگا۔ قرآن کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فریضة فنصف ما فرضتم (۷)۔

۴۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ نکاح کر کے صحبت کی لیکن مہر مقرر نہ ہوا تو ان کو مثل مہر دیا جائے گا۔ یہ ہیں وہ چار صورتیں جن میں مطلقات کے بارے مہر اور ''متاع'' کے بارے میں احکام ہیں۔ مہر کے بارے میں تو یہ بات واضح ہے کہ مقررہ حق کے علاوہ بھی نکاح و طلاق و مہر کے جملہ صورتوں میں مہر کی ادائیگی ضروری اور واجب ہے۔ لیکن ''متاع'' کے بارے میں علماء مختلف آلاراء ہیں۔

مطلقہ کا ''حق متاع'' کی شرعی حیثیت اور علماء وفقہاء کا اختلاف ہی ہماری بحث کا محور ہے۔ لیکن اس سے ذرا پہلے قرآن میں ''متاع'' کے مفہوم سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''مہر'' اور ''متاع'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مولانا عبدالحق حقانی نے آیت زیر بحث کے ذیل میں لکھا ہے کہ ''متعہ یا ''متاع'' لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ حاصل ہو۔ اسی لئے متاع کو دنیا کے فائدے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (۸)۔ قرآن میں ہے۔

ولکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین (۹)

نیز فرمایا فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخره الاقلیل (۱۰)

آیت پیش نظر میں متاع بمعنیٰ ''متعہ'' ہے اور متعہ سے مراد یہاں وہ نان و نفقہ مراد ہے جو عورت کو طلاق دینے کے بعد شوہر سے ملتا ہے تا کہ عدت طلاق پوری ہونے تک وہ گزر بسر کر سکے (۱۱)۔

امام راغب اصفہانی نے قرآن کی متعدد آیات کے حوالہ سے ''متاع'' کا معنیٰ فائدہ اٹھانا، فائدہ پہنچانا وغیرہ بیان کیا ہے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی فرماتے ہیں۔

''معین اور ممتد وقت تک فائدہ اٹھانا، معاش، فائدہ، نفع وہ سامان جو کام میں آتے ہیں جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے'' (۱۲)

آیت میں ''بالمعروف'' سے مراد ''دستور کے موافق'' اس کے لئے کوئی حد معین نہیں ہے۔ بلکہ اس کا

انحصار آدمی کے معیار زندگی پر ہے۔ایک غریب آدمی اپنی وسعت کے مطابق دے اور امیر آدمی اپنی وسعت کے مطابق (۱۳)۔بعض کہتے ہیں کہ فراخی و تنگی میں عورت کے حال کا اعتبار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کے حال کا اعتبار ہوگا (۱۴)۔بہرحال قرآن کی اس آیت میں اسی دستور اور قاعدہ کی طرف اشارہ ہے۔ علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ (۱۵)۔

حقا علی المتقین اورحقا علی المحسنین آیت کا وہ حصہ ہے جس کی بنیاد پر مفسرین اور فقہانے ''متاع'' کوضروری اور واجب اور مستحب وغیرہ کے درجے میں رکھا ہے۔

علامہ ابوبکر علاؤالدین الکاسانی نے اس موضوع پر بڑی عمدہ اور مفصل بحث فرمائی ہے۔علامہ موصوف نے طلاق کی دو اقسام میں متعہ کو واجب قرار دیا ہے۔اول یہ کہ طلاق قبل از دخول ہوئی ہو اور نہ تو نکاح میں مہر مقرر ہوا ہو اور نہ ہی بعد میں مقرر کیا گیا ہو۔آپ کا کہنا ہے کہ اس صورت میں اکثر علماء وجوب متعہ کے قائل ہیں۔علامہ الکاسانی نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضة ومتعوھن (۱۶)

فرماتے ہیں کہ اس میں متعہ دینے کا امر ہے اور مطلق امر وجوب عمل کے لئے ہوتا ہے (۱۷)۔علامہ الکاسانی کی وجوب متعہ کے سلسلہ میں دوسری دلیل یہ ہے

علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ (۱۸)۔علامہ کاسانی اس آیت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس میں ''علی'' کلمہ ایجاب ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "حقا علی المحسین" الفاظ ایجاب میں ''حق علیہ'' سے بڑھ کر کوئی کلمہ تاکید کا مفہوم ادا نہیں کرتا۔کیونکہ حقیقت ثبوت کا تقاضا کرتی ہیں۔تو ''علی'' الزام وایجاب کا کلمہ ہے اور ان دونوں کا جمع کرنا تاکید شدید کا موجب ہے۔ (۱۹)''

علامہ الکاسانی کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں جن کو قبل از دخول طلاق دی جاتی ہے اور ان کا مہر قبل و بعد از نکاح مقرر ہی نہیں ہوتا ان کے صرف ''متاع'' ہے مہر نہیں ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس مطلقہ کے لئے عدت نہیں ہے جیسا کہ قرآن کی اس آیت میں ارشاد ربانی ہے۔

یایھا الذین امنو اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن (۲۰)(الآیة)

اس کا مطلب یہ ہوا ہے کہ وہ نکاح جس میں قبل از دخول طلاق ہوگی اور عندالنکاح یا بعد از نکاح مہر مقرر ہو چکا ہے اس کیلئے نصف مقروض واجب ہوگا۔ (۲۱) اب سوال یہ ہے کیا اس کو متعہ دیا جائے گا۔علامہ الکاسانی کی تحقیق یہ ہے کہ ''ایسی صورت میں بھی متعہ دینا واجب ہے (۲۲)۔'' اب بحث میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ متعہ نکاح سے واجب

ہوتا ہے؟ یا طلاق سے؟ علامہ الکاسانی فرماتے ہیں کہ "متعہ" نکاح سے واجب ہوتا ہے [۲۳]۔ گویا علامہ موصوف کے ہاں طلاق بعد از دخول ہوئی ہو یا قبل از دخول طلاق ہوئی ہو جب کہ مہر مقرر کیا گیا تھا اس میں متعہ دینا مستحب ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "متعہ ہر مطلقہ کے لئے ہے والمتعہ لکل مطلقۃ" [۲۴]۔ علامہ قرطبی نے امام شافعی کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے "کہ متعہ صرف ان عورتوں کے لئے ہے جن کو دخول اور لمس سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے۔" ملاحظہ ہو ان کے الفاظ "انہ لامتعہ الا التی طلقت قبل الدخول و لیس ثم مسیس [۲۵]

علامہ قرطبی نے اس آیت کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں نے اس آیت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم یہ آیت محکمات سے ہے۔ ان کی رائے یہ کہ متعہ پھر طلاق یافتہ کے لئے ہے۔ امام الزہری اور سعید بن جبیر کا مذہب بھی یہی ہے [۲۶]۔

علامہ جمال الدین قاسمی "تفسیر قاسمی" (محاسن التاویل) میں فرماتے ہیں کہ "متعہ پھر مطلقہ کے لئے ہے [۲۷]" علامہ القاسمی نے ابن کثیر کے حوالے سے بھی بحث فرمائی ہے۔ لیکن یہاں علامہ ابن کثیر کی اپنی "تفسیر قرآن العظیم" سے ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے مسئلہ زیر بحث میں ان کا نقطہ نظر واضح ہوتا ہے۔

"وقد استدل بھذا الایہ من ذھب من العلماء إلی وجوب المتعہ لکل مطلقہ سوا کان مفوضۃ أو مفروضا لھا أو مطلقۃ قبل المیس أو مدخولا بھا [۲۸]۔

علامہ ابن کثیر نے آیت زیر بحث کے شان نزول کے بارے میں لکھا ہے کہ "مطلقہ عورت کو متاع دینے کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم چاہیں دیں چاہیں نہ دیں [۲۹]۔ اس پر یہ آیت اتری اس آیت سے بعض لوگوں نے ہر طلاق والی کو کچھ نہ کچھ دینا واجب قرار دیا ہے [۳۰]۔

علامہ ابن کثیر نے طلاق کی جملہ صورتوں میں "متاع" کی بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بھی بہت اقوال ہیں کہ ہر طلاق والی عورت کو کچھ نہ کچھ اسباب دینا چاہیے۔ قرآن حکیم کی آیت "وللمطلقت متاع بالمعروف" [۳۱] کے عموم سے سب کے لئے متعہ ثابت کرتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر ایک دوسرا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اسباب کا دینا اس طلاق والی کو دینا ضروری ہے۔ جس سے خلوت ہوتی ہے گو مہر مقرر ہو چکا ہے [۳۲]۔ بقول علامہ موصوف کے یہ لوگ قرآن کی اس آیت سے دلیل پیش کرتے ہیں۔

یایھا الذین امنوا اذا انکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن [۳۳]۔ فقہا کے تیسرے نقطہ نظر کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ:

"صرف اسی صورت میں بطور فائدہ کے اسباب و متاع کا دینا ضروری ہے جبکہ عورت کی رخصتی نہ ہوئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ ہوا ہو۔ اور اگر مقرر ہو چکا ہو اور رخصتی سے پہلے طلاق دے تو آدھا مہر دینا پڑے گا اور اگر رخصتی بھی ہو چکی

ہے تو پورا مہر دینا پڑے گا اور یہی متعہ کا عوض ہوگا۔ یہاں اس مصیبت زدہ عورت کے لئے متعہ ہے جس سے ملاپ ہوا نہ مہر مقرر ہوا اور طلاق مل گئی۔ ابن عمر اور مجاہد کا یہی قول ہے گو بعض علماء اسی کو مستحب بتاتے ہیں کہ ہر طلاق والی عورت کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔ ان کا سوا جو مہر مقرر کئے ہوں نہ خاوند بیوی کو میل ہوا ہو۔ (۳۴)

امام رازیؒ نے سعید بن جبیرؒ ابوالعالیہ والزہریؒ اور شافعیؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ہر مطلقہ کے لئے متاع ہے سوائے ان عورتوں کے جن پر مقرر ہو چکے اور اور جن سے خلوت کی جا چکی ہے۔ ملاحظہ ہوں ان کے الفاظ:

یعنی علی کل من کان متقیا عن الکفر' واعلم أن المراد من المتاع منها فیه قولان ' احدهما أنه هو المتعة ' فظاهر هذه الایه یقتضی وجوب هذه المتعة لکل المطلقات فمن الناس من تمسک بظاهر هذه الایه ؤ اوجب المتعة لجمیع المطلقات۔ (۳۵)

مولانا امین اصلاحی نے بھی لاجناح علیکم...... حقا علی المحسنین " (۳۶) کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہاں ایک محذوف ہے اور پوری بات یوں ہے کہ اگر ایک شخص اپنے منکوحہ کو اس حالت میں طلاق دے نہ اس نے اس کے ساتھ تعلق زن و شوہر قائم کیا ہو اور نہ اس کے لئے مہر ہی مقرر کیا ہو تو ایسی صورت میں وہ مہر کی بجائے دستور کے مطابق اس کو کچھ دے دلا کر رخصت کرے (۳۶ A) "یعنی اس صورت میں صرف متعہ (متاع) واجب ہوگا۔ آیت زیر بحث میں پھر اسی امر کی یاددہانی کرائی ہے اور اسکو اہل تقویٰ پر حق قرار دیا ہے (۳۷)

یہاں یہ بات لائق توجہ ہے کہ "متقی اور محسن پر ایجاب سے غیر متقی اور غیر محسن پر ایجاب کی نفی نہیں ہوتی۔ دلیل اس کی یہ ہے قرآن میں "فیه هدی للمتقین " (۳۸) ہے۔ کہ یہاں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ غیر متقین کے لئے ہدایت نہیں ہے۔ جبکہ قرآن میں دوسرے مقام پر اسے "هدی للناس" (۳۹) بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے اور زیر بحث صورت میں متعہ (متاع) کے وجوب کے لے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے (۴۰)۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی نے بھی یہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ اپنی معروف اردو "تفسیر مظہری" میں رقمطراز ہیں۔

"امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد کے نزدیک جبکہ ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہو اور کچھ مہر مقرر نہ کیا ہو تو کچھ دینا واجب ہے۔ فقہاء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ "حقا علی المحسنین" میں حقا اور علی کا لفظ استحباب کے منافی ہے اور امر میں اصل وجوب ہی ہے (۴۱)

مولانا پانی پتی نے یہاں امام مالک کی رائے بھی نقل فرمائی ہے جن کا کہنا یہ ہے کہ متاع واجب نہیں ہے بلکہ یہ مستحب ہے (۴۲)۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے آیت زیر بحث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''آیت اپنے الفاظ عامہ سے سب صورتوں کو شامل ہے۔ مطلقات کی ہر قسم کے لئے کچھ نہ کچھ متاع ہے وجوب کے درجہ میں ہو یا استحباب کے مرتبہ میں [۴۳]۔

مولانا کی یہ تفسیر کئی اعتبار سے ممتاز اور خصوصیت کی حامل نظر آتی ہے مثلاً آپ نے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۳۶ کی بحث کا خلاصہ آیت زیر بحث کے ذیل میں حوالۃً ذکر کر دیا ہے۔ نیز آپ نے ''متاع'' کو نفقہ عدت کے طور پر بھی دیکھا ہے۔ اس سے قبل سید امیر علی نے بھی مواہب الرحمٰن میں متاع کے بارے میں لکھا ہے' کہ ''یہ نفقہ عدت کے طور پر بھی دیکھا ہے۔ اس سے قبل سید امیر علی نے بھی مواہب الرحمان میں متاع کے بارے میں لکھا ہے' کہ ''یہ نفقہ عدت ہے اور رملاقات کے واسطے نفقہ عدت بطور معروف شرعی واجب ہے [۴۴]۔ بہر حال مولانا تھانوی کی بحث کا خلاصہ یہ ہے۔

''وہ مطلقات جن کو قبل دخول طلاق ہوئی اس میں دو صورتیں ہیں جیسا کہ بحث کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے اول یہ کہ نہ مہر مقرر ہوا اور نہ خلوت ہوئی ان کے لئے ''متاع'' جوڑا ہے اور یہ واجب ہے۔ مطلقہ قبل دخول کی دوسری صورت یہ ہے کہ مہر مقرر ہو لیکن خلوت وصحبت کی نوبت نہ آئی اس صورت میں آدھا مہر ہے جیسا کہ عام مفسرین اور فقہا نے تحریر کیا ہے۔ [۴۵] نیز یہاں نص موجود ہے۔ لهن فريضة فنصف ما فرضتم [۴۶] ان کے لئے ''متاع'' نصف مہر واجب ہے۔ اب وہ مطلقات جن کو دخول کے بعد طلاق دی جائے تو پھر ان میں سے جس کا مہر مقرر کیا گیا ہو اس کو فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ پورا مہر دینا چاہیے اور جس کا مہر نہ مقرر کیا جائے اس کے لئے بعد دخول کے مہر مثل واجب ہے۔ یہ متاع بمعنی مطلق فائدہ پہنچانا اس تفصیل سے تو واجب ہے اور اگر متاع سے مراد فائدہ خاص یعنی جوڑا ہی دینا ہو تو ایک مطلقہ (بلاتعین مہر قبل از دخول) کو تو دینا واجب ہے اور باقی سب اقسام میں مستحب ہے [۴۷]۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ طلاق وطی اور مہر و متاع کے حوالہ سے طلاق میں چار اقسام پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان میں اول الذکر دو اقسام پر عدت واجب نہیں ہوتی جب کہ موخر الذکر ہر دو اقسام طلاق پر عدت مذکور ہے اور شریعت نے اس کی متعدد حکمتیں بیان کی ہیں [۴۸]۔ اب سوال یہ ہے کہ عدت کی صورت میں متاع کی حیثیت کیا ہوگی۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں:

''............اور متاع سے مراد نفقہ عدت لیا جائے تو جس طلاق میں عدت ہے اس میں عدت گزارنے تک واجب ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن غرض آیت اپنے الفاظ عامہ سے سب صورتوں کو شامل ہے [۴۹]۔ مولانا تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ''معارف القرآن [۵۰] کی اس بحث سے متاع کی شرعی اور قانونی حیثیت واضح ہو جاتی ہے

لیکن شریعت اور قانون کے تناظر میں یہ بات لائق توجہ ہونا چاہیے کہ شریعت قانون کے علاوہ تقویٰ اور احسان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خواہاں نظر آتی ہے۔ اس لئے مومنین کی باہم اخوت بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہے'

دورِ حاضر کے بعض جدید مفسرین نے شریعت کے اس نازک پہلو کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ مولانا وحید الدین خان آیت ۲۳۶ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''نکاح وطلاق کے قوانین بیان کرتے ہوئے بار بار تقویٰ اور احسان کی تلقین کی جارہی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی حکم کو اس کی اصل روح کے ساتھ زیر عمل لانے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ کے افراد خالص قانونی معاملہ کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ اس دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا جذبہ رکھتے ہوں۔ اگر نکاح کے وقت عورت کا مہر مقرر ہوا اور تعلق قائم ہونے سے پہلے طلاق ہوگئی تو باعتبار قانون آدھا مہر دینا لازم کیا گیا ہے۔ مگر خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں اس معاملہ میں قانونی برتاؤ کرنے کی بجائے فیاضانہ برتاؤ کرنا چاہئیں۔ (۵۱)

آیت زیر بحث میں مزید تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''معاشرت کے احکام بتاتے ہوئے یہ لکھنا کہ ''یہ حق ہے متقیوں کے اوپر'' شریعت کے اہم پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ باہمی معاملات میں کچھ حقوق وہ ہین جن کو قانون نے متعین کردیا ہے مگر ایک آدمی پر دوسرے کے حقوق کی حدیں یہیں ختم نہیں ہوجاتیں۔ متقین پر حقوق کے علاوہ بھی کچھ حقوق ہیں یہ حقوق وہ ہیں جن کو آدمی کا تقویٰ اس کو محسوس کراتا ہے اور آدمی کا متقیانہ احساس جتنا شدید ہوا اتنا ہی زیادہ اس کو اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے اندر کا یہ زور اگرچہ موجود نہ ہو تو آدمی کبھی صحیح طور پر دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرسکتا (۵۲)۔

سید قطب شہید نے بھی اس ضمن میں قانون اور ''احسان'' کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تقاضائے شریعت کو ملحوظ رکھا ہے۔ فرماتے ہیں ''اس سلسلے میں قرآن نے جو احکامات اب تک دیئے ہیں ان کی حقیقت پر غور کیا جائے تو پھر مطلقہ کے لئے تحفہ کے طور پر کچھ نہ کچھ دیئے جانے کی گنجائش رکھنا اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے (۵۳)

یہ وہی صورتحال ہے جس کے بارے میں مفسیرین وفقہا نے یہ کہا ہے کہ تمام مطلقات کے لئے متاع اور فائدہ کے کچھ نہ کچھ اسباب فراہم کرنا ضروری ہے۔ اب مسئلہ زیر بحث میں حاصل یہ معلوم ہوتا ہے' چونکہ طلاق اور جدائی ایک ناخوشگوار واقعہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس صدمے کی شدت اور وحشت کو جس قدر کم اور ہلکا کردیا جائے طرفین کے لئے اتنا ہی اچھا ثابت ہوتا ہے۔ طلاق وغیرہ کے بارے میں قرآن نے احسان ومعرفت کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حکمت بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے۔ مولانا سید امیر علی نے اس سمت بجا طور پر اشارہ فرمایا ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے متاع مقرر کردیا ہے تاکہ ان کے دلوں کو تسلی ہو کیونکہ انہوں نے رنج وفراق و صدمہ وجدائی اٹھایا ہے پس اس کا کچھ عوض ہوجائے تاکہ ان پر دو مصیبتیں نہ ہوجاویں ایک مصیبت جدائی اور دوسری مصیبت محرومی۔ (۵۴)

مولانا ابوالکلام نے اس حسن سلوک اور عفوودرگزر پر بڑا زور دیا ہے اور اسے متقی انسانوں پر لازمی ٹھہرایا

ہے۔ (۵۵) لہذا ضروری کہ طلاق کی اول الذکر دونوں صورتوں میں متاع کی ادائیگی کو ضروری و اجب سمجھا جائے یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اول صورت یعنی بغیر تعین مہر قبل از دخول کی صورت میں مہر کی بجائے صرف ''متاع'' واجب ہوتا ہے۔ نیز یہ صورت بڑی ہنگامی' افسوسناک اور بسا اوقات غیر متوقع ہوتی ہے۔ اس لئے تسلی و تشفی کا خاطر خواہ اہتمام جس کا تعلق متاع کی مقدار سے ہوسکتا ہے زیر بحث آتا ہے۔

علامہ الکاسانی متعہ واجبہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''ہمارے اصحاب کے نزدیک متعہ واجبہ تین کپڑے ہیں۔ قمیص' اوڑھنی' اور سر پر لپیٹنے والی چادر۔ حسن' سعید بن المسیب' عطا اور شعبی سے بھی یہی مروی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ سب سے عمدہ متعہ خادم ہے' اس سے کم لباس ہے اور اس سے کم نفقہ ہے۔

شافعیؒ فرماتے ہیں کہ متعہ تیس دراہم ہیں (۵۶)

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ حسن بن علیؓ نے متعہ کے طور پر بیس ہزار درہم اور شہد کے کچھ تھیلے اپنی مطلقہ کو دیئے۔ قاضی شریح نے متعہ کے طور پر پانچ سو درہم دیئے۔ (۵۷)

یہ تمام تعینات اپنے اپنے عمل میں درست ہیں کیونکہ قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ متعہ کی نوعیت اور مقدار کے باب میں کوئی چیز از روئے شریعت متعین نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعین مقامی رواج اور خاوند کے مالی حالات کے لحاظ سے کیا جائے گا۔

فمتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعاً بالمعروف۔ (۵۸)

متعہ میں کس کے حال کا اعتبار ہوگا اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فراخی و تنگی میں مرد کے حال کا لحاظ کرتے ہوئے متعہ کی مقدار متعین کی جائے گی بعض کہتے ہیں اس باب میں عورت کے حال کا اعتبار کیا جائے گا اور بعض کا قول یہ ہے کہ دونوں کا حال کے اعتبار کیا جائے گا۔

بہرحال یہ ایک مسئلہ ہے اور طلاق کی اول الذکر دو اقسام ہیں خاص طور پر اور موخر الذکر (تعین مہر اور بعد از دخول) میں عام طور پر اور طلاق اور اسکے نتائج و اثرات کے تناظر میں یہ مقدار متعہ نظر ثانی کا محتاج نظر آتا ہے۔

فقہاء و علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ متعہ کی مقدار کم از کم کپڑوں کا جوڑا اور زیادہ سے زیادہ نصف مہر (مثل مہر کا نصف) ہوسکتی ہے۔ علامہ الکاسانی نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ متعہ کی مقدار کم از کم پانچ درہم سے کم نہ ہو۔ بہرحال ایک معتدل راہ بھی اختیار کی جاسکتی ہے وہ یہ کہ متعہ واجبہ میں عورت کی حالت کا اعتبار ہو اور احسان و سلوک کا معاملہ کرنے کا مرد کو حق طلاق کے استعمال کا مفاد بہرحال ہوتا ہے دوسری طرف عورت پر مصیبت اور وحشت کا زمانہ ہوتا ہے رہی بات ''متاع مستحب'' کی تو اس میں مہر تو وہ ہے جو مسند النکاح پہلے ہی ادا ہو چکا ہوتا ہے۔ اب طلاق

کے وقت تالیف قلب اور واجب جان کا سامان لازمی ہونا چاہیے۔ یہ وہی جہیز ہے جس کا ذکر مولانا ابوالکلام آزادؒ سید قطب شہید اور مولانا وحید الدین خان نے قانون سے ہٹ کر احسان اور حسن سلوک کے تناظر میں کیا ہے۔ بہرحال یہاں ''احسان'' کا معاملہ اس امر سے متعلق ضرور ہوگا کہ طلاق کسی پس منظر میں دی جارہی ہے اگر یہ ''خلع'' ہے تو عورت بھی احسان کرسکتی ہے اور اگر دوسری صورت ہے تو مرد پر حسن سلوک کی اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جملہ صورتوں میں احسان اور عفو و درگزر کا اسلوب پیش نظر رہنا ہی شریعت کا تقاضا تسلیم کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿ حواشی ﴾

۱۔ سورہ بقرہ ۔آیت ۲۴۱

۲۔ الکاسانی، علامہ ابوبکر علاء الدین۔ 'بدائع الصنائع' ۔مترجم ظفر اللہ شفیق، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، طبع اول، جولائی ۱۹۹۳ ص ۷۸۹

۳۔ مولانا عبدالحق حقانی، تفسیر حقانی (فتح المنان) میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی، سن ندارد، جلد اول ص ۹۰

۴۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۶

۵۔ سید قطب شہید، ''فی ظلال القرآن'' مترجم سید معروف شاہ شیرازی، ادارہ منشورات اسلامی، لاہور، اشاعت سوم۔ اپریل ۱۹۹۷، جلد اول ص ۳۹۳ ۶۔ سورۃ النساء آیت ۲۴ ۷۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۷

۸۔ تفسیر حقانی، جلد اول ص ۹۱۔ ۹۔ سورۃ آیت ۲۶ ۱۰۔ سورۃ آیت ۳۸

۱۱۔ امام راغب اصفہانی۔ ''مفردات القرآن''، مترجم مولانا عبداللہ فیروز پوری، شمس الحق اقبال ٹاؤن، لاہور، سن ندارد، جلد دوم ص ۹۸۴

۱۲۔ مولانا عبدالرشید نعمانی، ''لغات القرآن''، عمر فاروق اکیڈیمی، لاہور، سن ندارد، جلد ۵، ص ۲۸۵

۱۳۔ مولانا امین احسن اصلاحی، ''تدبر قرآن'' فاران فاؤنڈیشن، لاہور، جون ۱۹۸۵، جلد اول، ص ۵۴۸

۱۴۔ بدائع الصنائع، جلد سوم، ص ۷۹۰ ۱۵۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۶

۱۶۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۶ ۱۷۔ بدائع الصنائع، جلد سوم، ص ۷۸۶

۱۸۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۶ ۱۹۔ بدائع الصنائع ۔جلد سوم ۔ص ۷۸۷

۲۱۔ بدائع الصنائع۔جلد سوم۔ ص ۷۸۷ ۲۲۔ بدائع الصنائع۔جلد سوم۔ ص ۷۸۹

۲۳۔ بدائع الصنائع۔جلد سوم۔ ص ۷۸۹

۲۴۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، القرطبی، ''الجامع الاحکام القرآن''، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، المجلد الثانی۔ص ۲۲۸ ۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ الجامع لاحکام القرآن، المجلد الثانی، ص ۲۲۸

۲۷۔ محمد جمال الدین القاسمی' تفسیر القاسمی' (محاسن التاویل) دارالفکر بیروت' الطبع الثانیہ ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء المجلد الثانی' ص ۴۹۴
۲۸۔ عماد الدین' ابن کثیر' تفسیر القرآن العظیم' احیاء الکتب العربیہ' عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ' الجزء الاول' ص ۲۹۸۔
۲۹۔ ملاحظہ ہو سید امیر علی' تفسیر مواہب الرحمٰن' دینی کتب خانہ لاہور' فروری ۱۹۷۷' جلد اول' ص ۳۴۸
۳۰۔ تفسیر القرآن العظیم' الجزاول' ص ۲۹۸ ۳۱۔ سورۃ البقرۃ' آیت ۲۴۱
۳۲۔ تفسیر القرآن العظیم' الجزاول' ص ۲۸۸
۳۴۔ تفسیر القرآن العظیم' الجزالاول' ص ۲۸۸
۳۵۔ امام الفخر الرازی' ''التفسیر الکبیر'' اداره وسن ندارد 'الجزالسادس' ص ۱۸۲
۳۶۔ سورۃ البقرۃ' آیت ۲۳۶ A-۳۶ تدبر القرآن' جلد اول 'ص ۵۴۸
۳۷۔ تدبر القرآن' جلد اول 'ص ۵۵۶ ۳۸۔ سوۃ البقرۃ' آیت ۳
۴۰۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو' بدائع الصنائع' جلد سوم' ص ۷۸۷
۴۱۔۴۲ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی' ''تفسیر مظہری'' سعید اینڈ کمپنی' کراچی' سن ندارد 'جلد اول ص ۵۳۹
۴۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی' ''بیان القرآن'' مکتبہ الحسن لاہور' سن ندارد' جلد اول' ص ۱۴۱
۴۴۔ ملاحظہ ہو' تفسیر مواہب الرحمٰن' جلد اول 'پارہ ۲' ص ۳۴۸
۴۵۔ ملاحظہ ہو۔ مولانا شبیر احمد عثمانی' تفسیر عثمانی' تشکیل جدید ڈاکٹر ولی رازی' دارالاشاعت' کراچی'
طبع اول' ۱۹۹۳ء جلد اول' ص ۱۵۲ ۴۶۔ سورۃ البقرہ 'آیت ۲۳۷
۴۷۔ مفصل بحث کے لئے دیکھئے۔''بیان القرآن'' جلد اول ص ۱۴۱
۴۸۔ ملاحظہ ہو' پیر کرم شاہ الازہری' ''ضیاء القرآن'' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور' رمضان المبارک' ۱۴۰۲ھ جلد اول' ص ۱۶۷
۴۹۔ ''بیان القرآن'' جلد اول' ص ۱۴۱
۵۰۔ مولانا مفتی محمد شفیع کی تفسیر ''معارف القرآن'' کا شمار فقہی تفاسیر میں ہوتا ہے اور غالباً اردو میں اس باب میں یہ تفسیر ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ لیکن یہاں مفتی مرحوم نے مولانا تھانوی کی تفسیر پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اور بیان القرآن سے پورا اقتباس نقل کر دیا ہے۔ (معارف القرآن' ادارہ المعارف' کراچی' فروری ۱۹۸۲ء جلد اول ص ۵۹۱)
۵۱۔ مولانا وحید الدین خان' ''تذکیر القرآن'' فضلی سنز' لاہور 'سن ندارد' جلد اول' ص ۱۰۱
۵۲۔ تذکیر القرآن' جلد اول' ص ۱۰۱۔ ۵۳۔ ''فی ظلال القرآن'' جلد اول۔ ص ۳۹۳
۵۴۔ تفسیر مواہب الرحمان' جلد اول 'پارہ ۲' ص ۳۴۹
۵۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد' ''ترجمان القرآن'' اسلامی اکادمی' لاہور' سن ندارد' جلد اول ص ۲۹۰
۵۶۔ بدائع الصنائع' جلد سوم 'ص ۷۹۰
۵۷۔ الجامع لاحکام القرآن' المجلد الثانی' ص ۲۰۱ ۔ ۲۰۲
۵۸۔ سورۃ البقرۃ' آیت ۲۳۶

مولانا امیر احمد قاسمی
جامعہ مسعودیہ نور العلوم بہرائچ

اسلامی تقویم ۔ سن ہجری کی ابتدا

اس سینۂ گیتی پر آباد تمام اقوام و مذاہب لین دین، خرید و فروخت، معاملات، معاہدات، عبادات و دیگر چیزوں میں تاریخ و یوم کا التزام و اہتمام کرتی تھیں، اور کسی نہ کسی اہم اور بڑے واقعات سے ہی سن کی ابتداء مانتی تھیں چنانچہ بہت پہلے فارسیوں نے اپنے کسی بادشاہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے '' تاریخ فارسی '' یعنی سن فارسی کا اجراء کیا، اور سن ہجری کے آغاز سے تقریباً ۸۹۲ سال قبل رومیوں نے اپنے بادشاہ اسکندر بن فلپس المقدونی کی طرف منسوب '' تاریخ رومی '' یعنی سن رومی کی ابتدا کی۔ نیز سن ہجری سے تقریباً ۶۳۷ سال پہلے ہی راجہ بکر ماجیت کی طرف منسوب '' تاریخ ہندی '' سن فصلی وجود میں آئی۔ اسی طرح سن ہجری سے کم وبیش ۵۸۰ سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف انتساب کرتے ہوئے سن عیسوی شمسی وجود میں آئی۔ (۱)

اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑے بڑے واقعات کی یاداشت کے خاطر سن کا آغاز کیا گیا۔ مثلاً بنی اسماعیل نے نار ابراہیمی سے سن کا آغاز مانا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر بیت اللہ سے سن کی ابتداء قرار دی گئی۔ اور اس کے بعد ایک زمانہ تک کعب بن لوی کی وفات سے سال کا اعتبار ہوتا تھا۔ پھر اصحاب فیل کے واقعہ کیساتھ سن کا حساب جوڑ دیا گیا۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مذکورہ تمام سنین میں '' سن عیسوی شمسی اور سن فصلی ہندی کی زیادہ شہرت ہوئی اور ان ہی دونوں سنوں سے زیادہ تر اپنی سابقہ یادداشتوں کا حساب کیا جانے لگا۔ (۲)

پھر سن ۱۶ ہجری یا ۱۷ ہجری یا ۱۸ ہجری علی اختلاف الاقوال خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ایک اور سن کا آغاز ہوا، جو سن ہجری کے نام سے موسوم ہوا، اور اس کی ابتداء ہجرت کے سال سے قرار دی گئی، جو آج تک جاری و ساری ہے۔ (۳)

<u>اسلام میں سن ہجری کی ابتداء کس طرح ہوئی:</u> امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کی خدمت میں ایک چک پیش کیا گیا، جس میں صرف شعبان کا لفظ لکھا ہوا تھا، تو اسے دیکھ کر خلیفۃ المسلمین نے ارشاد فرمایا کہ مذکورہ چک میں یہ کیسے معلوم ہو کہ موجودہ شعبان مراد ہے یا گزشتہ۔ بعض مورخین نے سن ہجری کے آغاز کے بارے میں دوسرا واقعہ نقل کیا ہے، کہ دور فاروقی میں حاکم یمن حضرت ابوموسیٰ اشعری نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ کی جانب سے جتنی تحریریں موصول ہوتی ہیں، ان پر تاریخ کا اندراج نہیں ہوتا ہے کہ کون سی تحریر کس وقت کی ہے۔ اس لئے تاریخ کے اندراج کا اہتمام کیا جائے۔

چنانچہ اسی وقت صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ طلب کی گئی۔ جس میں کبائر صحابہ جمع ہوئے اور مسئلہ مذکورہ میں تبادلہ خیال کیا گیا۔ موجودہ صحابہ میں سے ایک صحابی نے رائے دی کہ فارسیوں کی تقلید کی جائے اور اس کیلئے ہرمزان' شاہِ خورستان کو۔ جو مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم تھا' طلب کیا گیا اور اس نے کہا کہ ہمارے یہاں اندارج تاریخ کیلئے جو حساب رائج ہے' اس کو ''ماہ۔ روز'' کہتے ہیں۔ اور اس میں مہینہ اور تاریخ دونوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ چونکہ اہل فارس اپنے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ سے تاریخ کا آغاز کرتے تھے' جس کے باعث مذکورہ قول ناپسند کیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسرے صحابیؓ نے رومیوں کی تقلید کا مشورہ دیا' لیکن اتفاق سے وہ بھی اپنے بادشاہ اسکندر بن فلیس المقدونی سے سن کی ابتداء قرار دیتے تھے' جس کی وجہ سے یہ قول بھی رد کر دیا گیا۔ پھر بعض صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت اور بعض نے آپ ﷺ کے وصال سے تاریخ کی ابتداء کئے جانے کی رائے دی۔ کہ بڑا عظیم واقعہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس قول کو ناپسند قرار دے کر فرمایا کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی وفات کا صدمہ برابر تازہ ہوتا رہے گا۔ تو بعض نے آپ ﷺ کی بعثت پر تاریخ کی بنیاد رکھنے کی طرف نشان دہی کی' لیکن خلیفہ ثانی نے اس قول کو یہ فرماتے ہوئے رد کر دیا کہ یہ تاریخ اور بھی زیادہ رنج والم کا باعث بنے گی کیونکہ اس زمانے میں ہم لوگ کفر وضلالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

اور بالآخر حضرت علیؓ و دیگر صحابہ کرام نے اس مسئلہ لاینحل کی گرہ کشائی کرتے ہوئے ہجرت سے سن ہجری کی ابتداء کا مشورہ دیا۔ اور فرمایا کہ ہجرت کے وقت سے ہی اسلام کو قوت غلبہ' کامیابی' فتح ونصرت اور دولت اسلام دن بدن ترقی ہونی شروع ہوگئی تھی۔ اس لئے اسلامی تاریخ اور سن کی بنیاد ہجرت مدینہ منورہ کے عظیم الشان تاریخی واقعہ پر رکھا جانا زیادہ ہی موزوں اور مناسب ہوگا۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے اسی آخری قول کو ترجیح دیتے ہوئے سن ہجری کی ابتداء ہجرت کے عظیم اور اہم واقعہ سے قرار دیا۔ اور اسی قول پر تمام صحابہ کا اتفاق واجماع ہوگیا۔ اور اس طرح اسلام میں سن ہجری کی ابتداء عمل میں آئی۔ (۴) باتفاق صحابہ واقعہ ہجرت سے سن ہجری کے آغاز پر بخاری شریف میں روایت ہے۔ عن سهل بن سعد قال ماعدوا من مبعث النبی ﷺ ولا من وفاته ما عدوا الا من مقدمة المدینة (رواہ البخاری' ج:۱' ص۵۶۰) '' حضرت سہل بن سعدؓ نے فرمایا کہ صحابہ کرام نے سن ہجری کی ابتداء نہ تو آپ کی بعثت سے قرار دیا' اور نہ ہی آپ کے وصال' بلکہ سن کا آغاز آپ کے قدوم مدینہ (ہجرت) کے وقت سے ہی قرار پایا۔

علامہ واقدی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سن وتاریخ کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا' تو صحابہ کرامؓ نے ہجرت کے عظیم واقعہ سے ہی سن ہجری کی ابتداء کرنے پر اجماع واتفاق کیا۔

اسی طرح ابوداؤد طیالسی نے سن ہجری کی ابتداء میں تفصیلی واقعہ تحریر کرتے ہوئے ہجرت سے ہی سن کے

آغاز پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔

یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کی مدینہ آمد ماہ ربیع الاول میں ہوئی تھی' جس کا تقاضا یہ تھا کہ سن ہجری کی ابتداء ماہ ربیع الاول سے ہوتی' لیکن عرب کا دستور تھا کہ وہ محرم الحرام سے سال کا آغاز مانتے تھے اسلئے جب صحابہ کرام نے سن ہجری کی ابتداء کا ہجرت سے ہونے پر اتفاق واجماع کر لیا تو عرب کے دستور کے مطابق ماہ محرم الحرام ہی سے سال کے آغاز کا نفاذ کیا گیا۔

چنانچہ علامہ ابن جریرؒ نے نقل کیا ہے کہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمان باری والفجر ۝ ولیال عشر ۝ کی تفسیر میں والفجر سے محرم کا مہینہ یعنی سال کی فجر مراد لیتے ہیں۔اور عبیداللہ ابن عمیر سے منقول ہے کہ محرم اللہ کا مہینہ ہے' اور وہی سال کا شروع ہے۔جس ماہ میں لوگ بیت اللہ کو سونے کا کام کیا ہوا غلاف پہناتے تھے اور اسی ماہ سے لوگ تاریخ شمار کرتے تھے۔اسی طرح احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یعلی بن امیہ نے ملک یمن میں سن تحریر کرنے کی ابتداء کی ہے۔اور رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الاول مدینہ تشریف لائے' لیکن لوگوں نے سن ہجری کی ابتداء کو محرم الحرام سے قرار دے دیا۔(۵)

<u>ہجرت کا اسلام میں موثر کردار:</u> عہد عمری میں صحابہ کرام کا واقعہ ہجرت سے سن کے آغاز پر اتفاق کرنا یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ ہجرت کا اسلام میں بڑا نمایاں اور موثر کردار رہا ہے۔چنانچہ ہجرت کے بعد ہی غزوہ بدر' غزوہ احد' غزوہ بنی مصطلق' غزوہ خندق' صلح حدیبیہ' فتح خیبر' جنگ موتہ' فتح مکہ' غزوہ حنین' غزوہ تبوک وغیرہ غزوات وسرایا پیش آئے۔جس کی وجہ سے کفار ومشرکین ودیگر معاندین اسلام کا غرور ٹوٹا اور انہوں نے پسپائی قبول کی۔اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوا۔اسلام اور متبعین اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔دینی و دنیاوی کاموں میں ترقی کے موانع ختم ہوئے۔ ہجرت کے بعد ہی ملکوں کے فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔نیز ہجرت کے بعد ہی کھلے طور پر عبادت کرنے کی آزادی ملی۔اور مساجد وغیرہ کا قیام عمل میں آیا' جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے رب سے رشتہ مضبوط کرنے کا مزید موقع فراہم ہوا اور سب سے اہم امر یہ کہ ایک اسلامی مملکت واسلامی حکومت کا قیام وجود میں آیا۔جس ذریعہ تمام احکامات کی ترویج واشاعت اور اس کو عملی جامہ پہنانے کا میدان ہاتھ آیا۔

الحاصل ہجرت کے بعد ہی اسلام کو کامل ومکمل قوت وغلبہ اور بے نظیر ترقی وکامیابی حاصل ہوئی۔(۶)

<u>سن ہجری سے حساب آسان ہوتا ہے۔</u> موجودہ وقت میں جتنے بھی سن مروج ہیں ان میں کسی نہ کسی نوع سے دشواری ضرور ہے اور اس کا ادراک ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔مثلاً سن عیسوی شمسی میں مہینوں کے ایام کی تعداد میں تفاوت نہیں ہے۔کوئی مہینہ ۲۸ یوم کا کوئی ۲۹ یوم' کوئی ۳۰ یوم' تو کوئی ۳۱ یوم کا ہوتا ہے۔اب اس سن کے مہینوں کے ایام کے فرق کو حسابی قانون سے واقف اور قواعد ریاضیہ میں ماہر شخص ہی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ کون سا مہینہ کس سال

میں کتنے دن کا ہوگا۔ اسی طرح سن فصلی (ہندی سال) جس میں چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ وغیرہ مہینے ہوتے ہیں ۔ناخواندہ اور دیہات کے لوگ تو اس کے مہینوں کو یاد رکھتے ہیں ۔مگر ہر تیسرے سال یا حسب موقع جب کبھی ایک ماہ کا لوند لگتا ہے تو اس وقت ان کو بھی اس کے سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے۔

اس کے بالمقابل سن ہجری اور اس کے مہینوں کا یاد رکھنا بہت آسان ہے، اس کو ہر آنکھ والا طلوع چاند کے وقت آسمان پر نگاہ ڈال کر معلوم کرسکتا ہے اور ہر عالم، جاہل، دیہاتی، شہری، خواہ وہ کہیں کا بسنے والا ہو، بآسانی جان سکتا ہے کہ مہینہ ۳۰ دن کا ہے، یا ۲۹ دن کا ہے اور اس کے ادراک کے لئے حساب کے قانون کی بالکل ضرورت نہیں پڑتی ۔ چاند دیکھ کر ایک مہینہ کا آغاز اور دوسرے کا اختتام ہوتا ہے ۔ نیز مذکورہ سن میں سال بھر میں کسی حذف واضافہ وغیرہ کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی ہے۔ (۷)

سن ہجری سے حساب کا شرعی حکم: قرآنی نصوص سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ شریعت مطہرہ میں سن ہجری کا حساب متعین ہے ۔اکثر عبادات اور احکام شریعہ خصوصاً ان عبادات میں جن کا تعلق کسی مخصوص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے۔ جیسے رمضان المبارک کے روزے، حج بیت اللہ، عیدین، عدۃ طلاق وغیرہ کہ مذکورہ اعمال کے وجود کا دارومدار سن ہجری کے ذریعہ حساب پر ہوتا ہے، اس لئے اس کی حفاظت اور انضباط فرض کفایہ ہے۔ (۸) اور فرض کفایہ شرعاً مطلوب ہے، بنابریں سن ہجری کے ذریعہ حساب بھی شرعاً مطلوب ومقصود ہے۔

البتہ بضرورت سن عیسوی یا سن فصلی یا دیگر سنین کے ذریعہ حساب کی گنجائش ہے، لیکن تاریخ کے اندراج کے وقت تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے تاریخ وسن ہجری اور اسکے بعد عیسوی شمسی تاریخ وسن تحریر کرنا چاہیے۔ کیونکہ سن و تاریخ ہجری کیساتھ حساب اسلامی شعار اور شناخت ہے جس سے بے اعتنائی اور غفلت غیرتِ اسلامی کیخلاف ہے۔ (۹)

حواشی

۱۔ ایک عالمی تاریخ، ص ۱۱　　۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص: ۲۳۷، الفاروق، ج: ۲، ص ۶۵

۳۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص: ۲۳۶، الفاروق، ج: ۲، ص ۶۵

۴۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص: ۲۳۶، الفاروق، ج: ۲، ص ۶۵

۵۔ ایک عالمی تاریخ، ص: ۱۲　　۶۔ البدایہ والنہایہ، ج: ۳، ص ۲۳۲

۷۔ اصح السیر　　۸۔ معارف القرآن، ج: ۱، ص: ۴۶۸، بیان القرآن، ج: ۱، ص ۱۰۷۔۱۰۸

۹۔ بیان القرآن، ج ۱، ص، ۱۰۸

جناب شاہد عمادی، لکھنو

عالم اسلام کا قابل فخر فلسفی ابن رشدؒ

مغربی یورپ میں واقع وسیع وعریض ملک اندلس سرسبزی وشادابی اور پیداوار میں بے مثال، تمول وتمدنی لحاظ سے یورپ کا ممتاز ترین خطہ تھا جہاں قبل اسلام گاتھ خاندان آباد تھا، بقول مورخ اسلام شاہ معین الدین احمد مرحوم ''یہ ساتویں صدی میں اپنی شان وشوکت اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے سلطنت روما کا جانشین سمجھا جاتا تھا''

لیکن ملک کی اندرونی حالت زبوں تھی اور کلیسا کا اقتدار تھا، علوم وفنون کی کتابوں کو مذہب کا دشمن قرار دیتے تھے اور سائنس وحکمت کی تعلیم یورپ میں صدیوں تک ممنوع تھی، لہذا اندلس میں پادریوں اور مقتدایان مذہبی کے گھروں کی شرابیں ضرب المثل تھیں، پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں غلام تعینات تھے، عوام پریشان اور امن وامان مفقود تھا۔

پہلی صدی ہجری میں طارق بن زیاد فاتح اندلس کے حوصلوں کو ڈاکٹر اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت ، نہ کشور کشائی

فاتحین اندلس نے پرانے قوانین کا احترام قائم رکھا، عدل وانصاف، مصالحت ومراسم خسروانہ سے نئی اسلامی سلطنت نے جلد ہی دلوں میں گھر کرلیا، مقامی عیسائی اور یہودی باشندے اپنے تعصّبات بھول گئے اور تہذیب وتمدن اپنے عروج تک پہنچا، علوم وادب کی طرف توجہ ہوئی، یونانی ولاطینی کتابوں کے ترجمے کرائے گئے اور دارالعلوم قائم ہوئے جو مدتوں یورپ میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے، علوم وفنون، صنعت وحرفت اور تہذیب وادب کی دنیا میں اندلس کمال اوج تک پہنچا، جہاں بے شمار ذی علم ودانش پیدا ہوئے۔

اندلس کے نامور سائنسداں اور علم وحکمت کے شیدائیوں میں سعد الکاتب قرطبی ۹۷۶ء (جو عیسائی تھا اور بعد میں مشرف بہ اسلام ہوا) طبیب و اعلیٰ درجہ کا مورخ تھا، ابوالقاسم زہراوی علم طب وفن جراحی کا ماہر اور کتاب ''تصریف'' کا مصنف تھا۔ جو صدیوں یورپ کی یونیورسٹیوں میں رائج رہی، اس کے عہد میں دارالسلطنت قرطبہ کی شان وشوکت کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ان میں تین ہزار آٹھ سو مسجدیں، ساٹھ ہزار سربفلک عمارتیں اور پچاس سرکاری اسپتال قائم تھے، ابواسحاق ابراہیم بن یحییٰ نقاش الزرقانی ماہر علم ہیئت اور اصطرلاب کی ایک ترقی یافتہ قسم کا موجد تھا جو مدتوں یورپ میں رائج رہی، ابن الوافد (۱۰۷۴ء) علم ادویہ کا محقق اور ''کتاب الادویہ مفردہ'' کا نامور

مصنف تھا' ابوالقاسم اصباغ بن محمد علم ریاضی ہیئت اور اصطرلاب سازی کا ماہر تھا' سلیمان جلجل علم طب کا ماہر اور ''تاریخ الاطباء الفلاسفہ'' کا مصنف تھا جو اپنی موضوع کی اولین کتاب تھی' ابوالقاسم بحریطی (۱۰۰۹ء) نے سرجری' علم ریاضی اور علم حیوانات میں تحقیقی کام کئے' اسی طرح سعد الکاتب قرطبی وغیرہ کے نام علم وحکمت کی تاریخ میں ہنوز محفوظ ہیں' ابن رشد کا نام نامی اندلس کے ناموروں کی یادگار ہے۔

اندلس کی آزاد اسلامی سلطنت اگرچہ آٹھویں صدی کے وسط میں قائم ہوئی تاہم ترقی کے لحاظ سے اس کے عروج کا زمانہ دسویں صدی عیسوی کا ہے' فرمانرواں عبدالرحمٰن الناصر (۹۱۲۔۹۶۱) کے عہد حکومت میں اس سرزمین پر علم وحکمت کا ایک نیا آفتاب طلوع ہوا بعد ئیں حکم اور ہشام ثانی کے دور حکومت میں علوم وفنون اور صنعت وحرفت کو نمایاں فروغ حاصل ہوا۔

ابن رشد بمقام قرطبہ ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوا' ابوالولید کنیت' محمد نام اور احمد بن رشد کا فرزند تھا' باپ اور دادا دونوں اندلس میں عہدہ قضاۃ پر مامور تھے اس خاندان کی علمی ودنیاوی حیثیت ممتاز تھی' ایسے ذی علم وکمال خاندان میں پرورش پانے والا فرزند عام حالات میں بھی ذی علم ہوا کرتا تھا' پھر ذہین وہونہار ابن رشد کی تربیت وتعلیم پر توجہ خاص نے اس کی خداداد صلاحیتوں اور خوبیوں کو اور نکھار دیا فاضل استاذ ابی محمد بن رزق سے قرآن پاک کی تعلیم اور علم فقہ وحدیث میں کمال حاصل کیا' عقلی علوم میں استاد ابن طفیل کے روبرو زنوائے ادب تہ کیا کم عرصہ میں اس نوعمر طالب علم کے علم وفضل کا شہرہ اندلس میں پھیل گیا' اور علم توحید' فلسفہ' طب اور ریاضیات میں وہ اپنے وقت کا بے مثل عالم تسلیم ہوا' مراکش اور اسپین کے درباروں میں اسے نوجوانی میں ہی اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے رسوخ حاصل تھا۔

امام غزالیؒ کے شاگرد محمد بن تومرت نے اندلس کی سلطنت وحشمت اپنی صلاحیتوں اور محنت سے حاصل کی تھی' اسی خاندان کے دو نہایت طاقتور فرمانروا ابو یعقوب یوسف اور اس کا بیٹا یعقوب المنصور کے درباروں میں ابن رشد کا آفتاب علم وحکمت چمکا' اور کئی اہم عہدوں پر مامور رہا' اعلیٰ علمی صلاحیتوں کے پیش نظر ۵۶۵ء میں ابن رشد شہر اشبیلیہ کا قاضی القضاۃ مقرر رہا' اس جلیل القدر عہدے پر رہتے ہوئے اور مقدمات قضاۃ کی کثرت اور دور دراز علاقوں کے دوروں کی مصروفیت کے باوجود تصنیف وتالیف کا کام جاری رہا' ارسطو کی مشہور کتاب ''الحیوان'' کی شرح لکھی اور حکیم بطلیموس کی مشہور کتاب ''مجسطی'' کا بھی خلاصہ لکھا۔

ابن رشد کے علم وکمال کا شہرہ اس کے عہد میں ہی اندلس کی سرزمین اور افریقہ کے ریگستانوں سے ہوتا ہوا ممالک مشرقیہ جا پہنچا' عوام میں اس کی مقبولیت اور خواص میں اس کی قدر ومنزلت عروج پر تھی' اس کے عظیم علمی کارناموں کا چرچا زبان زد خاص وعام تھا' ایسے میں کچھ درباری علماء اور امراء میں حسد وعناد پیدا ہوا اور وہ ابن رشد کی غیر معمولی شہرت وعزت سے اس کے دشمن ہوئے' ابن رشد کے فلسفیانہ خیالات اور عقلی دلائل اور معاصر علماء کی سمجھ میں

نہ آنے پر انہوں نے کفر والحاد کا فتویٰ لگایا اور سلطان یعقوب المنصور کو ابن رشد کی جانب سے بدظن کیا' چنانچہ اس عظیم مفکر اور ذی علم و دانش کو شہر بدر کر کے یہودیوں کے ایک گاؤں بوسنیا میں خانہ قید کر دیا۔

کتاب طبقات الاطباء میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ ابن رشد کو سلطان نے دربار میں قدر و منزلت کے ساتھ طلب کیا اور اپنے پہلو میں تمام اہل دربار سے بالا درجہ پر بٹھایا جو چند معززین دربار کو ناگوار گزرا' ابن رشد جب دربار سلطانی سے باہر نمودار ہوا تو اس کے چاہنے والے علماء و طلباء کے جم غفیر نے اس کو مبارکباد دی' لیکن ابن رشد نے کہا کہ تم مبارکباد دیتے ہو اور میں سخت اندیشے میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

نظر بندی کے دوران وہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے' مسلمانوں کے ساتھ یہودی طلباء بھی ابن رشد کی صحبت علمی سے فیضیاب ہوئے جن کے ذریعہ یورپ کے گوشوں میں ابن رشد کے علم و فن کا نور پھیلا' یہودی دانش وروں نے ابن رشد کی کتابوں کا عبرانی اور مغربی زبانوں میں ترجمہ کیا' اس کی گرانقدر علمی تفصیل و تشریح سے ارسطو کے مشکل فلسفے علماء یورپ میں معروف ہوئے' علم طب و ریاضی میں اس کے معرکۃ الارا کارنامے ہیں' علم و حکمت کی دنیا مین نئے نئے انکشافات کئے' اس کی مشہور کتاب ''الکلیات'' کا عبرانی ترجمہ آج بھی یورپ میں موجود ہے۔

ابن رشد کی بے مثال اور اعلیٰ قدر علمی کاوشوں اور فلسفوں سے اس عہد کے چند حکمرانوں کی بدظنی اور بیزاری کے باعث علمائے مشرق اس سے فیضیاب نہ ہو سکے' جب کہ مغربی ممالک میں اس کی کتابیں مقبول ہوئیں اور اہل یورپ ابن رشد کے فلسفوں اور علمی کارناموں سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

تقریباً سات سال تک قید و بند میں رہنے کے بعد ۱۱۹۸ء میں باعزت رہا ہو کر سلطان المنصور کے دربار کی زینت بنا اور عزت و حرمت کے ساتھ مراکش میں اسے سابقہ رتبہ حاصل ہوا' لیکن زندگی کا سفر ختم ہو چلا تھا' ۱۲ دسمبر ۱۱۹۸ء کو یہ عظیم مفکر' طبیب' علم ریاضی' اور فلسفہ کا ماہر اس جہان فانی سے کوچ کر گیا' کئی قابل قدر اولادیں یادگار تھیں' بڑا بیٹا ابو محمد عبداللہ مشہور حاذق طبیب تھا' ابن رشد کو شہر مراکش کے باب تاعزوت کے باہر دفن کیا گیا' تین ماہ بعد اس کی لاش کو قرطبہ میں اس کے بزرگوں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ ابن رشد کی تصانیف بکثرت تھیں' لیکن زمانے کے نازیبا سلوک سے بیشتر قیمتی علمی سرمایہ ضائع ہو گیا' چند کتابوں کے عبرانی و لاطینی ترجمے باقی رہے' دانش وران یورپ اس کو ارسطو کا ترجمان مانتے تھے' یکے بعد دیگرے اس کے یورپی شاگردوں نے اول شہر طلیطلہ آ کر ابن رشد کی تصانیف کو جمع کیا' شاہ جرمنی نے بھی ان علمی کاوشوں کی قدردانی کی' بعد کے ادوار مین بہت سے فلسفیان یورپ ابن رشد کے پیرو ہوئے' حتیٰ کے اس کی غیر معمولی شہرت سے حسد کرنے والے عیسائی علماء بھی اس کی علمی قابلیت و ذہانت کے معترف تھے۔ (بقیہ صفحہ ۵۸ پر)

مستند کتب — اعلیٰ معیار — مناسب نرخ

اسلامی تاریخ کے مستند مآخذ اور تحقیقی تصانیف

مطبوعہ: دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر۱

علماء کرام ۔ طلباء ۔ مدارس اور لائبریریوں کے لئے خصوصی رعایت پیش کی جاتی ہے

سلیس ترجمہ ۔ اضافہ حواشی وعنوانات ۔ کمپیوٹر کتابت

تاریخ ابن خلدون اردو

مع مقدمہ ۸ جلد کامل

امام ابن خلدونؒ کی مشہور ومستند کتاب کا سلیس اردو ترجمہ مع تحقیقی حواشی، کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

سفید کاغذ عمدہ طباعت ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/2850

مقدمہ ابن خلدون علیحدہ بھی دستیاب ہے۔ قیمت =/291

عام فہم ترجمہ و اضافہ عنوانات ۔ کمپیوٹر کتابت

طبقات ابن سعد اردو ۴ جلد

از محمد بن سعدؒ

مکمل سیرت النبیؐ سے لیکر خلفائے راشدین، تابعین تبع تابعین تک کے حالات ۔ اسلامی تاریخ کا بنیادی مآخذ اور آخری جلد میں صحابیات اور صالحات کا مفصل تذکرہ

عمدہ کاغذ وطباعت ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت صرف =/1290

جدید ترجمہ ۔ اضافہ عنوانات وحواشی ۔ کمپیوٹر کتابت

تاریخ طبری اردو ۷ جلد

از امام طبریؒ

پہلی مرتبہ مکمل سیٹ منظر عام پر

تاریخ الامم والملوک کا مکمل اردو ترجمہ، تشریحی نوٹس، عنوانات اور تسہیل کے ساتھ پہلی بار مکمل اشاعت ۔ کمپیوٹر کتابت سے آراستہ ۔ عام فہم جدید بامحاورہ ترجمہ

عمدہ کاغذ کتابت ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/2655

تاریخ طبری جلد اوّل جو پہلے اب تک طبع نہ ہوئی تھی علیحدہ بھی دستیاب ہے قیمت =/300

کمپیوٹر کتابت

تاریخ ملت ۳ جلد کامل

مولانا زین العابدین / مفتی انتظام اللہ

قبل از اسلام سے لیکر مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک امت مسلمہ کی تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ مستند علماء کرام کے قلم سے کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

اعلیٰ کاغذ وطباعت ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/690

کمپیوٹر کتابت

تاریخ اسلام ۳ حصص در ۲ جلد

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ

مولانا اکبر شاہ خانؒ کی محققانہ قلم کا شاہکار جس میں مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے۔

سفید کاغذ ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/390

تاریخ اسلام ۴ حصص در ۲ جلد

شاہ معین الدین ندویؒ

آغاز اسلام سے آخری خلیفہ معتصم باللہ تک دور زوال اور خاتمہ کی علمی، سیاسی اور تمدنی تاریخ ۔ یونیورسٹیوں میں داخل نصاب

سفید کاغذ ۔ حسین جلدیں۔ مناسب قیمت =/330

غزوات النبی ﷺ اردو

از امام حلبیؒ

ان جنگی مہمات وغزوات کا مستند ومفصل احوال جن میں آپؐ نے بنفس نفیس مجاہدین کی قیادت فرمائی یا جن سرایا میں صحابہؓ کو روانہ فرمایا

مع اضافہ فضائل جہاد آیات، احادیث وفضائل از حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ قیمت =/495

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون: 021-2213768, 2631861

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

(ریل کے خطرناک حادثہ میں دعا کی برکت سے بچنے والے مسافروں کی کہانی)

موت کے منہ میں جا کر واپس آنے کا محاورہ سنا تو تھا لیکن دیکھا نہیں تھا‘ ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء کو کوکن ریلوے کے ایک خطرناک حادثہ میں نہ صرف اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ سے واپس آتے دیکھا بلکہ میں خود بھی واپس آیا‘ اللہ جسے بچانا چاہے اور اسکی زندگی کا آب و دانہ باقی رکھے تو اسے وہ فضا کی بے پناہ بلندیوں سے گرا کر بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ گزشتہ ماہ روس کی فوج کا ایک جنرل بائیس ہزار فٹ کی بلندی سے جہاز کے ایک حادثہ کے بعد گر کر بچ گیا۔

۷ا جولائی ۲۰۰۳ء کو سوڈان ایرویز کا ایک ہوائی جہاز ہزاروں فٹ کی بلندیوں سے پھٹ کر گرا اور اس میں تمام ایک سو چودہ مسافر ہلاک ہوئے صرف ایک دو سالہ بچہ عبداللہ بچ گیا‘ اسی طرح کسی کی مدت حیات ختم ہو جائے تو فٹ دو فٹ کے فاصلہ سے گر کر اور زخمی نہ ہو کر بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے‘ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے سابق ناظم صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب ندوۃ العلماء میں میرے زمانہ طالب علمی کے دوران لکھنو میں سائیکل رکشہ سے اس وقت گرے جب ایک گائے سامنے آ گئی۔ اور رکشہ نے بریک لگایا۔ وہ دو ڈھائی فٹ اوپر سے گرے‘ نہ زخم نہ خراش لیکن اسی وقت جان بحق ہوئے۔

۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء کو ہندوستان میں مغربی ساحل پر سات آٹھ سال قبل شروع ہوئے کوکن ریل کے اب تک کہ سب سے بڑے ریلوے حادثہ سے خود ہم لوگ، دوچار ہوئے لیکن اللہ نے حیرت انگیز طریقہ پر اپنی قدرت و نعمت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ ہم سے متصل ڈبے والے درجنوں لوگوں نے اسی وقت زخموں کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم فضل خداوندی سے محفوظ و مامون رہے‘ جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ششماہی کی چھٹیوں میں مہاراشٹر اور گجرات کے مدارس کے دورہ پر دس اساتذہ پر مشتمل ایک وفد مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی قیادت میں روانہ ہوا‘ اتوار کا دن تھا‘ ہم لوگ دوپہر کو رتنا گیری جانے کے لئے کاروار اسٹیشن پہونچے‘ چونکہ ہماری ریزرویشن نہیں تھی اور سفر بھی دن میں اور وہ بھی صرف پانچ چھ گھنٹے کا تھا اس لئے ہم لوگ کاروار ممبئی ہالی ڈے اسپیشل ٹرین کی جنرل بوگی میں جو پوری خالی تھی آرام سے بیٹھ گئے اور الگ الگ سیٹوں پر لیٹنے کے لئے اپنا سامان رکھا۔ چونکہ ٹرین کی روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی تھی اس لئے ہمارے کچھ ساتھی چائے لانے کے لئے ٹرین سے اترے اور کینٹین کا رخ کیا جہاں

ایک ٹی ٹی کی نگاہ ہم پر پڑی' اس نے ہم سے پوچھا: آپ لوگ کہاں جارہے ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں' تفصیل سن کر بڑی لجالجت کے ساتھ اس نے کہا: آپ لوگ پیچھے میری ریزرویشن والی بوگی پر آجایئے' ہم نے اس کی بات سنی ان سنی کردی لیکن دوبارہ جب جب بھی اس کے سامنے سے ہم گزرے وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ آپ لوگ پیچھے میری خالی بوگی میں کیوں نہیں آتے' جب اس کا اصرار بڑھا تو ہم لوگوں نے واپس اپنے کوچ میں جاکر مشورہ کیا' اکثر ساتھیوں کی رائے تھی کہ یہاں سے منتقل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ بوگی خالی ہے' آرام سے لیٹ کر وقت کٹ جائے گا' بعض ساتھیوں کے اصرار پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہم لوگ واپس ٹی ٹی کی بوگی میں چلے جائیں' خواہی نہ خواہی ہم لوگ اس ٹی ٹی کے کوچ میں آگئے' گاڑی چلی' ہم لوگوں نے سفر کی دعا پڑھی' مغرب کا وقت ہوگیا' نماز کے متعلق اکثر ساتھیوں کا خیال تھا کہ رتناگری پہونچ کر جمع تاخیر کرلیں گے لیکن بعض ساتھیوں نے اول وقت میں ہی جمع تقدیم کرلی۔ جو ساتھی نماز پڑھنے سے رہ گئے تھے ان کو ایک ساتھی نے یہ کہہ کر کہ زندگی کا کیا بھروسہ ابھی نماز سے فارغ ہوجائیں جمع تقدیم ان سے بھی کروالی۔ ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے' سب دوستوں نے اپنی اپنی سیٹ پر اپنے معمولات اور اوراد وظائف مکمل کرلئے' دوبارہ مجلس جمی' یہاں تک کہ شب کے نو بجنے لگے' ٹرین سے باہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے' سخت اندھیرا تھا' موسلا دھار بارش ہورہی تھی۔ اور ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ فی گھنٹہ پچھتر کلومیٹر کے حساب سے وائی بھاؤواڑی اور راجہ پور اسٹیشن کے درمیان اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی' اسی دوران کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک ہماری بوگی لڑکھڑانے لگی' دس پندرہ سیکنڈ تک یہ سلسلہ چلتا رہا سیٹ پر آمنے سامنے بیٹھے ساتھی ایک دوسرے پر گر گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی کھائی میں آہستہ آہستہ ہماری ٹرین گر رہی ہے' سب کی زبان سے بے ساختہ بڑی آواز سے کلمہ کی آوازیں بلند ہونے لگی اور یا اللہ یا اللہ کا ایک شور ہر طرف سنائی دینے لگا' کچھ وقفہ کے بعد گارڈ نے بریک لگائی اور ٹرین رک گئی' کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا' کچھ ساتھی دوڑے دوڑے باہر دروازہ کی طرف بھاگے اور نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگے لیکن پٹریوں پر کمر تک پانی تھا اور گپ اندھیرا' اس پر بارش کا نہ رکنے والا سلسلہ' مسافروں میں سے کسی نے آواز لگائی کہ کچھ نہیں ہوا ہے' کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے' اس لئے ایمرجنسی بریک لگے ہیں۔ جس سے جھٹکے محسوس ہوئے ہیں' اور ٹرین رکی ہے' تھوڑی دیر میں ٹرین چلنے لگے گی۔ آپ سب اپنی اپنی نشستوں پر دوبارہ بیٹھ جائیں' دس پندرہ منٹ تک ہم لوگ بھی یہی سوچتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نیچے اترنے سے سختی سے منع کرتے رہے' کچھ دیر کے بعد ہمت کرکے بائیں طرف سے دروازہ کھول کر کے دیکھا تو عجیب نظارہ تھا' سامنے پہاڑ تھا جس پر ٹرین چڑھ گئی تھی' ہم سے متصل اگلا اے سی ڈبہ خود دوسرے ڈبہ پر چڑھ گیا تھا' ایک دوسروں کو آوازیں دی جانے لگی' دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے اکثر ساتھی اور ٹرین کے دوسرے مسافر نیچے اترے' جب کمر تک پانی پار کرکے آگے بڑھنے لگے تو انہیں پانی میں لاشیں ملیں' سب سے پہلے آٹھ نو ماہ کے معصوم بچہ کی ایک لاش ملی' اس کے بعد ایک عورت کی'

آگے بڑھتے ہوئے یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا، بارہ تیرہ لاشیں خود ہمارے ساتھیوں نے ہمارے ڈبہ میں پہنچائیں، بڑا عجیب قیامت کا منظر تھا، سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ جنرل بوگی جس میں ہم لوگ کچھ گھنٹوں پہلے سوار تھے اور ٹی ٹی نے ہمیں جہاں سے بڑی منت سماجت سے اٹھوا کر اپنے کوچ میں بٹھایا تھا وہ پوری طرح کٹ کر ایک دوسرے میں اس طرح مکمل مل گئی تھی کہ نا قابل شناخت ہوگئی تھی، بکھری لاشیں تھیں، مدد مدد کی چیخ وپکار تھی، کسی کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور کسی کا پیر، کسی کا سر ایک طرف تھا اور دھڑ دوسری طرف، ہمت کر کے ہمارے ساتھی گپ اندھیرے کے باوجود زخمیوں کو بڑی احتیاط سے نکالنے لگے، اور لاشوں کو چادروں میں لپیٹ لپیٹ کر اوپر پہونچانے لگے، مسلسل فی گھنٹہ بھر کام کرنے سے سب کی ہمتیں جواب دینے لگی، اسی دوران پیچھے سے ریلوے کمک پہنچ گئی، اور ہم لوگوں کو مع لاشوں اور زخمیوں کے ان ڈبوں میں جو صحیح سلامت بچ گئے تھے سوار کر کے واپس کنکولی اسٹیشن لے گئی، جہاں پہلے سے اطلاع ملنے کی وجہ سے ایمبولینس، اور پولیس فورس وغیرہ موجود تھی، دوسرے دن اخبارات سے سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا کہ جملہ باون لوگ جاں بحق ہوئے اور سو کے قریب زخمی اور حادثہ کی وجہ یہ تھی کہ ہماری ٹرین جب پٹری پر ۷۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی تو رتنا گری سے ایک سو کلومیٹر دور ڈرائیور نے دور سے ایک چٹان کو پٹری پر گرا ہوا پایا، جو قریب کے پہاڑ سے موسلا دھار بارش کی وجہ سے تھوڑی دیر پہلے پٹری پر گر گئی تھی حالانکہ پندرہ منٹ پہلے اسی پٹری پر دوسری ٹرین گزر چکی تھی، اچانک ڈرائیور جب پٹری پر چٹان کو گرا دیکھا تو اس نے ٹرین کو روکنے کی کوشش میں بریک لگائے جس سے سب سے پہلے انجن پٹری سے اتری اور گری اور اس سے متصل ہم سے اگلی چاروں بوگیاں ایک دوسرے پر چڑھ گئیں اور یہ خطرناک حادثہ پیش آیا، جس حیرت انگیز طریقہ پر اللہ نے ایک ٹی ٹی کو ذریعہ بنا کر اس ٹکڑے ہونے والی بوگی سے ہمیں اٹھا کر اپنا فضل فرمایا اس کو دیکھ کر ہم سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نکلا کہ یہ سفر کی اسی دعا کی برکت تھی جسکے پڑھنے پر حدیث شریف میں یہ پیشن گوئی کی گئی ہے کہ اس کا پڑھنے والا پورے سفر میں اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اسی کی نگہبانی میں، اللہ ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور ہر شر سے اس کو وہ محفوظ بھی رکھتا ہے، اس کا اعلان فرشتوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور انسان اپنی آنکھوں سے بھی اس کے اثرات دیکھتا ہے، وہ دعا ہے: بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہ میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، تمام طاقتوں وقوتوں کا مالک اور سرچشمہ وہی تنہا ہے، اسی سفر کی دعا سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اللہ جس طرح محفوظ رکھتا ہے اسکے مظاہر ہر جگہ روز روز نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان روزمرہ کی ان مسنون دعاؤں کی سفر حضر، اٹھتے بیٹھتے اہتمام سے پابندی کرے جسکے اثرات خود اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اور اسکے پڑھنے پر جو آخرت میں ملنے والا ہے اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

جناب عبدالمجیب
سابق مشیر حکومت سعودی عرب

قرآنی لفظ ولی / اولیاء کے معنی ومفہوم کی بحث

روزنامہ جنگ (۱۴ جولائی ۲۰۰۳) میں سورۂ مائدہ کی ایک آیت کے لفظ ''اولیاء'' کے حوالے سے یہود و نصاریٰ کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہؒ کا مبینہ بیان جناب جاوید چودھری نے اپنے کالم میں نقل کیا ہے' لیکن نہ تو آیت کا مکمل متن نقل ہوا ہے اور نہ ہی آیت کا نمبر شمار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں لازم تھیں۔ خیر۔ یہ آیت سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ ہے اور اس کا پورا متن یہ ہے کہ ''یٰایھا الذین آمنوا لا تتخذو الیھود و النصٰری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانّہ' منھم انّ اللہ لایھدی القوم الظّالمین'' اس آیت کے لفظ ''اولیاء'' کا ترجمہ ''دوست'' ہوتا ہے۔ مثلاً شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے اس آیت کا ترجمہ یہ فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست' وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے' اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کی''

اس ترجمہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تشریحی حاشیہ یہ لکھا ہے کہ ''یعنی جو لوگ دشمنانِ اسلام سے موالات (دوستی) کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعت اسلام کے مغلوب و مقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں' ایسی بدبخت' معاند اور دغا باز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کبھی راہ راست پر آئے گی''۔ اسی آیت کے ترجمہ و تشریح کے متعلق اب ڈاکٹر حمید اللہؒ کا مبینہ بیان یہ نقل ہوا ہے کہ ''قرآن مجید میں ولی کا لفظ ہے' دوست کا نہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں (یہود و نصاریٰ کو) حاکم کے طور پر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اب رہی تعلقات قائم کرنے اور (اسرائیل کو) تسلیم کرنے کی بات تو ...... کچھ لچک پیدا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں'' بالفاظ دیگر پروفیسر حمید اللہؒ نے لفظ اولیاء کا ترجمہ ''دوست'' کی بجائے ''حاکم'' کیا ہے۔ ترجمہ میں اس اختلاف کی اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ سمجھنے کے لئے چند نکات پیش خدمت ہیں:

۱۔ عربی زبان میں لفظ ولی / اولیاء (ولی کی جمع) کے دو معنی ومفہوم ہوتے ہیں۔ ایک بمعنی دوست و مددگار اور دوسرا بمعنی سرپرست و کارساز۔ لہذا قرآن مجید میں بھی یہ لفظ کہیں پہلے معنی میں اور کہیں دوسرے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی دو آیات (سورۃ یونس۔ آیت ۶۲ / سورۂ جمعہ۔ آیت ۶) میں مخصوص بندوں کو ''اولیاء اللہ'' کہا گیا ہے'

جسکے صافی معنی ''اللہ کے دوست'' ہیں نہ کہ ''اللہ کے سرپرست'' (نعوذ باللہ)۔ اس لحاظ سے ان دونوں آیات میں اگر اولیاء اللہ سے مراد اللہ کے سرپرست/ حاکم لیا جائے تو وہ قطعی کفر کے مترادف ہو جائیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ولی یا اولیاء کے معنی ہر جگہ اور ہمیشہ سرپرست یا کارساز یا حاکم کے نہیں ہو سکتے' جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہؒ کی تشریح سے گمان ہوتا ہے۔

۲۔　کسی بھی آیت میں ولی/ اولیاء کے مفہوم کو متعین کرنے کے لئے آیت کا پورا متن اور اس کا سیاق وسباق دیکھنا بھی ضروری ہے۔ میرے مطالعہ قرآن کے حساب سے قرآن حکیم کی کل ۳۰ سورتوں (بقرہ تا رعد' نحل تا مریم' فرقان' نمل' عنکبوت' سجدہ تا سبا' زمر حٰم السجدہ' شوریٰ' جاثیہ' احقاف' فتح' ممتحنہ اور جمعہ) میں کل ۸۶ مرتبہ ولی/ اولیاء آیا ہے' جن میں بہ اعتبار متن اور سیاق وسباق ۳۹ مقامات پر اس سے مراد دوست ہے اور ۴۷ مقامات پر اس سے مراد سرپرست یا کارساز ہے۔

آیت زیر بحث (مائدہ۔۵۱) میں اولیاء دوبار استعمال ہوا ہے اور آیت کا پورا متن ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہاں دونوں مقامات پر اولیاء سے مراد دوست ہے' نہ کہ سرپرست یا حاکم' جیسا کہ مندرجہ بالا پورے ترجمہ سے واضح ہو جاتا ہے' پھر ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے' آیت کے متن/ ترجمے میں نہ صرف دو جگہ لفظ دوست استعمال ہوا ہے' بلکہ آگے ایک تیسری جگہ پر لفظ دوستی بھی استعمال ہوا ہے نہ کہ لفظ حکمرانی۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں تذکرہ دوست اور ان کی باہمی دوستی کا ہو رہا ہے نہ کہ حکمراں اور ان کی باہمی حکمرانی کا۔

۳۔　اگر ڈاکٹر حمید اللہؒ کے قول مبینہ کے مطابق وہاں (مائدہ۔۵۱) کی دونوں جگہ پر اولیاء سے مراد ''حاکم'' لیا جائے تو پوری آیت کا مفہوم بالکل ہی خبط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کوئی بھی دو فریق آپس میں ایک دوسرے کے دوست تو بنتے بھی ہیں۔ مگر وہ آپس میں ایک دوسرے کے حاکم نہ بنتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو حاکم بناتے ہیں۔ آخر فطرت انسانی کے خلاف ایسا حاکم والا معاملہ کیسے ظہور پذیر ہو سکتا ہے؟ لہذا اس آیت میں اللہ کے فرمان کا صحیح معنی ومفہوم یہ ہے کہ اے مسلمانو! یہود ونصاریٰ (مخالفین اسلام) کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اس لئے کہ وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں (برائے مخالفت اسلام) اور اگر پھر بھی یہود اور نصاریٰ سے دوستی کرو گے تو تمہارا شمار بھی ان ہی یہود اور نصاریٰ میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔ اس موقع پر بہتر ہے کہ قارئین کرام اوپر پیش کردہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ترجمہ آیت اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کی تشریح پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں تاکہ بات آئینے کی طرح صاف ہو جائے۔ اس کے علاوہ دیگر نامور مترجمین اور مفسرین یعنی شاہ عبدالقادرؒ' مولانا اشرف علی تھانویؒ' مولانا فتح محمد جالندھریؒ' مولانا امین احسن اصلاحیؒ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ وغیرہ نے بھی اس آیت کا یہ ہی مطلب و مفہوم بیان کیا ہے۔

۴۔　آیت زیر بحث کے متعلق ڈاکٹر حمید اللہؒ کے مبینہ بیان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے یہودی

ریاست تسلیم کی جا سکتی ہے۔ اس مشورے پر مسلمانوں کو غور کرنے سے پہلے ایک اہم ترین قرآنی حقیقت سامنے رکھنا ہوگی اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد قوموں کے خلاف فردِ جرم (Charge Sheets) عائد کی ہیں' تاہم ان میں سب سے لمبی اور سرفہرست فردِ جرم (Charge Sheet) قوم یہود کے خلاف ہے۔ بالفاظ دیگر سب سے پہلے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے کہ اللہ کے ہاں دنیا میں مجرموں کے سرخیل و سرتاج صرف یہود ہیں۔ اسی اعتراف حقیقت سے یہودی ریاست کا صحیح مرتبہ (Status) بھی ہمیشہ کے لئے متعین ہو جاتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ ایسی یہودی ریاست تسلیم کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

۵۔ یہود سے متعلق آیت زیر بحث کے تحت دونوں منفی پہلوؤں (یہود کو دوست نہ بنانے اور یہودی ریاست کو تسلیم نہ کرنے) کی تصدیق و توثیق عصرِ جدید کے زمینی حقائق بھی کرتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں نے مل کر اعلان بالفور ۱۹۱۷ء کے ذریعہ مسلمانوں کی ارض فلسطین پر ۱۹۴۸ء میں ناجائز قبضہ کر کے اسرائیل قائم کیا۔ پھر ۱۹۶۷ء میں بزور اور زبردستی حدود اسرائیل میں توسیع کی گئی اور اب لمحہ موجود میں یہود اپنا اصل توسیعی منصوبہ یعنی اسرائیل عظمیٰ (Greater Israel) کا باقاعدہ پورا نقشہ مشتہر کر چکے ہیں کہ جسمیں مدینہ منورہ تک کے سارے علاقے کو ھتیانے کا اعلان اور پلان ہے۔ کیا ایسے ناپاک اور خطرناک عزائم رکھنے والے دنیا کے واحد اقراری مجرم (اسرائیل) کو پھر بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب آیت زیر بحث' بیان کردہ قرآنی حقیقت فرد جرم (Charge Sheet) بخلاف یہود اور مذکورہ زمینی حقائق' تینوں نکات کی رو سے بہت سیدھا اور سادہ ہے کہ نہیں' ہرگز نہیں

بقیہ صفحہ نمبر ۵۱ سے: عالم اسلام کا قابل فخر فلسفی ابن رشد

چرچ کے اراکین نے جیسا کہ مورخین رقم طراز ہیں' کلیسا کے مروجہ طور طریق کی عوامی مخالفت کے پیش نظر علم و حکمت کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا' اور وہ عیسائی علماء جنہوں نے ابن رشد کے علوم سے استفادہ کیا' واجب سزا قرار پائے' ان سیاہ ایام میں بھی چند عیسائی دانشوروں نے چرچ کے ان سخت گیر نظریات کے خلاف پروٹسٹنٹ فرقہ کی بنیاد ڈالی' یورپ میں ابن رشد کے فلسفہ کو دین عیسوی کے مروجہ فکر و نظر کے برخلاف حاصل کیا' اس طرح یورپ کے ایک طبقہ میں علمی بیداری پیدا ہوئی اور وہ علوم و فنون کی جانب راغب ہوئے۔ یورپ کے اکثر شعراء نے ابن رشد کو اقلیدس' بطلیموس اور جالینوس کی طرح میدان علم و حکمت میں قابل تعظیم قرار دیا' عیسائیوں کا ایک فرقہ جس کا نام فرانسسکن تھا' ابن رشد کے خیال و نظریات علمی کا قائل اور معتقد تھا' سترہویں صدی تک کہتے ہیں کہ ابن رشد کو ارسطو سے زیادہ قدر و منزلت حاصل تھی' بلاد یورپ کے اکثر قدیم طلباء اس کے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

جلسہ دستار بندی وتقریب ختم بخاری شریف: مورخہ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء کو طے شدہ پروگرام کے مطابق دارالعلوم حقانیہ میں تقریب ختم بخاری شریف اور جلسہ دستار بندی کا انعقاد ہوا۔ حسب روایت اس سال بھی اسی مبارک تقریب میں ہزاروں افراد نے شرکت کی بلکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق حاضرین کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہوگئی تھی۔ اس موقع پر ۶۰۰ سے زائد فضلاء اور حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی۔ اس دفعہ سیکورٹی کا انتظام دارالعلوم کے طلباء نے خود سنبھال رکھا تھا اور انہوں نے اپنی ڈیوٹی انتہائی احسن طریقے سے انجام دی۔ نماز ظہر کے بعد باقاعدہ تقریب کا آغاز ہوا سب سے پہلے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل خطاب فرماتے ہوئے فضلاء کو اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کے استاذ حدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اور جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے مہتمم جید عالم دین مولانا قاری سعید الرحمان صاحب مدظلہ نے بھی خطاب کیا۔ دارالعلوم کے نائب مہتمم استاذ حدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ نے حاضرین اور معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس مبارک تقریب میں ملک کی اہم شخصیات ممبران قومی وصوبائی اسمبلی اور سینٹرز حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جس میں مولانا قاضی حمید اللہ صاحب ایم این اے، مولانا محمد صادق صاحب ایم این اے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب ایم این اے، مولانا مفتی ابرار سلطان صاحب ایم این اے، بلوچستان کے سینٹر آغا محمد صاحب، اور دیگر کئی اہم علمی اور سیاسی شخصیات نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں ملک کے دیگر بڑے بڑے شہروں کراچی، لاہور، ملتان، بلوچستان سے بھی جید علماء تشریف لائے تھے۔ بین الاقوامی سطح پر کوریج دینے کے لئے عالم عرب کے مشہور ٹی وی چینل الجزیرہ اور دیگر ٹی وی چینلز کے نمائندے آئے تھے۔ جنہوں نے اس تمام جلسہ کی رپورٹنگ کی اور پھر ٹی وی پر اس کو نمایاں انداز میں پیش کیا۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات مورخہ ۲۰ ستمبر ۲۰۰۳ء کو دارالعلوم کے زیر اہتمام تمام درجات کے سالانہ امتحانات ہوئے۔ یہ امتحانات ۲۰ ستمبر سے لے کر ۲۴ ستمبر تک جاری رہے۔ جس میں طلبہ نے انتہائی نظم ونسق کا مظاہرہ کیا اور اساتذہ کرام کی ہدایات کے مطابق بھرپور محنت کی۔ اسکے بعد وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام امتحانات مورخہ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۳ء کو شروع ہوئے جو کہ ایک ہفتہ تک جاری رہنے کے بعد بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئے۔ ایام تعطیل میں حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ دورہ تفسیر اور مولانا مفتی سیف اللہ حقانی صاحب مدظلہ دورہ میراث پڑھا رہے ہیں۔

مدارس کے طلباء اور اساتذہ کرام کے لئے خوشخبری

اشرف الہدایہ مکمل سیٹ

شرح اردو

ہدایہ

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
مدرس جامعہ دارالعلوم دیوبند وقف

اضافہ عنوانات: مولانا محمد عظمت اللہ
رفیق جامعہ فاروقیہ کراچی

نیا پاکستانی کاغذ — مفصل عنوانات کا اضافہ، ہر جلد کے شروع میں جامع فہرست، تسہیل اور کمپیوٹر کمپوزنگ — معیاری طباعت

خوبصورت پائیدار جلدیں، تمام درجات کے طلباء کی ضرورت و سہولت کے مطابق

حصہ اول: کتاب الطہارات تا باب شروط الصلوۃ قیمت =/180
حصہ دوم: باب صفۃ الصلوۃ تا باب الصلوۃ فی الکعبۃ قیمت =/186
حصہ سوم: کتاب الزکوۃ تا باب الہدی قیمت =/195
حصہ چہارم: کتاب النکاح تا باب طلاق المریض قیمت =/186

عنقریب ان شاء اللہ مکمل سیٹ دستیاب ہوگا۔ قیمت نہایت مناسب

عین الہدایہ جدید ۸ جلد
تشریحات، تسہیل، عنوانات کے اضافہ کے ساتھ
مقدمہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب

علماء وطلباء کے لئے بے نظیر تشریح جس میں تمام مباحث کا حل پیش کیا گیا ہے۔ ۲۵ سال سے استاد ہدایہ کے قلم سے ایک بے مثال تشریح از مولانا انوار الحق قاسمی صاحب استاد ہدایہ کے قلم سے
پیش لفظ: مفتی نظام الدین شامزئی صاحب
تقریظات: مولانا احسان اللہ شائق، مولانا عبداللہ شوکت
کامل سیٹ قیمت =/2460

خواتین کے مسائل اور ان کا حل ۲ جلد کامل
یعنی مجموعہ فتاویٰ برائے خواتین
جمع و ترتیب: مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

خواتین کے متعلق عقائد، عبادات، معاملات، نکاح، طلاق، وراثت اور جائز و ناجائز کے مسائل کا نافع مجموعہ سوال و جواب کی شکل میں۔ از افادات حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی عاشق الٰہیؒ، حضرت یوسف لدھیانویؒ، مفتی رشید احمد صاحبؒ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ و دیگر علماء کرام
امپورٹڈ کاغذ قیمت =/615

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل
مولانا مفتی محمد شفیعؒ

اس کی دوسری جلد میں وہ فتاویٰ شامل ہیں جو حضرت مفتی صاحبؒ نے پاکستان میں جاری فرمائے۔ جدید ایڈیشن کو کمپیوٹر کتابت سے آراستہ کر کے طبع کیا گیا ہے۔
اعلیٰ کاغذ، خوبصورت جلد قیمت =/645

ترتیب جدید، تبویب، تعلیق اور تخریج جدید کے ساتھ
فتاویٰ رحیمیہ جدید (کمپیوٹر) کامل ۱۰ جلد
زیر ہدایت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

رفیق دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قلم سے
سفید کاغذ، اعلیٰ طباعت، پائیدار جلد قیمت =/1275

رفیق دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تخریج جدید کے ساتھ
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
کلاں مکمل مدلل ۱۲ حصص در ۶ جلد

جدید تخریجات کے اضافہ یعنی دارالافتاؤں میں رائج الوقت کتب فتاویٰ کے بھی صفحات کے نمبر شامل کر دیئے گئے اور قدیم بھی شامل ہیں۔
اعلیٰ پاکستانی کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۶ جلد بیروت ٹائٹل مناسب قیمت =/1560

دارالافتاء، جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی ہونے والا علمی ذخیرہ
کفایت المفتی جدید مدلل حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ۹ جلد کامل
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

تمام مسائل پر عنوانات اور حوالوں کے ساتھ جس سے مفتیان کرام محققین، علماء وطلباء اب بہ آسانی استفادہ کر سکیں گے۔ اعلیٰ معیار کے ساتھ
کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ کاغذ و طباعت، مجلد بیروت اسٹائل قیمت =/1500

کتاب الکفالۃ والنفقات
مولانا عمران الحق کلیانوی صاحب

مولانا مدظلہم کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ اس موضوع پر پہلی کتاب
اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ و طباعت، خوبصورت پائیدار جلد قیمت =/225

ناشر: **دارالاشاعت** اردو بازار کراچی فون: 021-2213768, 2631861

خصوصی رعایتی نرخوں کے لئے رابطہ فرمائیں

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: تذکار صالحات مؤلف: جناب علامہ طالب ہاشمی ضخامت: ۲۹۶ صفحات

قیمت: -/۱۵۰ روپے ناشر: البدر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور۔

جناب محترم طالب ہاشمی صاحب ملک کے نامور اہل قلم علمی تحقیقی اور ادبی و تاریخی شخصیت ہیں، درجنوں تصنیفات و تالیفات آپ کے قلم زرین رقم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر کو مزید جولانی عطا فرمائے، تاکہ مختلف النوع موضوعات پر آپ کی لکھی گئی کتابیں روح کی بالیدگی اور قلب و جاں کی طراوت و تازگی کا سامان کرسکیں، یوں تو آپ نے مختلف عنوانات پر تصنیفات کی ہیں، لیکن تاریخ اسلام اور پھر بالخصوص شخصیات اسلام کی سیرت و سوانح پر آپ کی گہری نظر ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تالیفات کا اکثر حصہ سیرت و سوانح پر مشتمل ہے۔ زیر تبصرہ کتاب تذکار صالحات بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں بارہ برگزیدہ خواتین کے زیر عنوان حضرت حوا علیہا السلام، حضرت سارہ علیہا السلام، حضرت ہاجرہ علیہا السلام، حضرت رفقۃ علیہا السلام، حضرت رعلہ علیہا السلام، حضرت راحیل علیہا السلام، حضرت لیا علیہا السلام، حضرت ام موسیٰ علیہا السلام، حضرت آسیہ علیہا السلام، حضرت صفورا علیہا السلام، حضرت الیشبع علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام جیسی باعفت و برگزیدہ خواتین کے تذکرے ہیں۔ اس کے بعد ذکر صحابیات میں تقریباً ۱۲۲ صحابیات بعد ازاں تابعیات کے روح پرور سوانح اور تذکرے ہیں۔ دور قریب (ماضی قریب) یا عہد حاضر کی چند صالحات کے نام سے دور حاضر کی بعض صالحات خواتین کا تذکرہ ہے جسے پڑھ کر ایک ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔ یا ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ کتاب میں جا بجا مفید حواشی کا التزام بھی کیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے اور وہ بذات خود ایک تالیف ہے۔ کتاب کی وجہ تالیف کے بارے میں خود مؤلف کا بیان قابل توجہ ہے۔

"آج سے تیس چالیس سال پہلے وطن عزیز میں خواتین کے لئے پاکیزہ کردار ساز لٹریچر کی شدید کمی تھی، اور مخرب اخلاق لٹریچر ملک میں کثرت سے پھیل رہا تھا، بعض درد مند اہل قلم نے اس صورت حال کو شدت سے محسوس کیا اور گزشتہ چند سالوں میں متعدد عمدہ کتابیں لکھ کر اس کمی کو دور کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اس کام میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا کیا، اور میں نے تذکار صحابیات سیرت حضرت فاطمۃ الزہرہؓ اور تاریخ اسلامی کی چار سو باکمال خواتین بطور خاص خواتین کے لئے لکھیں۔ زیر نظر کتاب اس سلسلہ کی چوتھی کڑی ہے۔"

مؤلف کو اللہ تعالیٰ نے کتابوں کی طباعت کا نفیس ذوق عطا فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی تالیف کردہ کتابیں دیدہ زیب اور خوبصورت ہوتی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی اعلیٰ اور نفیس ذوق کی آئینہ دار ہے۔　　(م-ا-ف)

نام کتاب: وجوہ التکرار فی القرآن　　تالیف: مفتی ذاکر حسن نعمانی　　ضخامت: ۱۴۴ صفحات

قیمت: -/۵۰ روپے　　ناشر: دارالتصنیف جامعہ عثمانیہ پشاور

قرآن کریم جو کہ اللہ کی آخری منزل کتاب ہے اور دیگر تمام کتب سماویہ کے لئے ناسخ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر عربی مبین میں نازل فرمایا۔ دنیا میں ایسی کوئی کتاب نہیں جس کی اتنی خدمت کی گئی ہو جتنی کہ قرآن کریم کی اور ہر دور میں علماء نے اس کے مختلف پہلوؤں اور جہات سے بحث کی ہے۔ اور قدیماً و حدیثاً اس کی تفسیرات لکھی گئیں اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ جس کا کوئی کنارہ اور ساحل نہیں۔ بحر لا ساحل لہ اور اس بحر زخار میں ماہرین نے غواصی کر کے یہ ایسے جواہر اور لولوئے لالا نکالے ہیں کہ علمی دنیا اور عالم تحقیق وجستجو اس پر تا حشر نازاں رہے گا۔ وجوہ التکرار فی القرآن بھی اس سلسلہ قرآنیات یعنی قرآنی علوم کی ایک زرین کڑی ہے جسے ہمارے دوست جید عالم دین مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی زید مجدہ نے ترتیب دی ہے۔ مفتی صاحب کے نام سے بالخصوص قارئین الحق واقف ہیں۔ ان کے کئی وقیع اور علمی تحقیقی مقالہ جات و مضامین الحق کے صفحات کی زینت بنتے ہیں اور مختلف النوع مسائل پر آپ کا قلم یکساں طور پر جولانی دکھاتا ہے۔

قرآن کریم میں جابجا بعض آیات اور بعض مضامین مکرر آئی ہیں جس سے بعض کج فہم اور اذہان فاسدہ اضطراب وارتیاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ قرآن کریم ایک معجز کتاب اور کلام بلیغ ہے۔ اس میں یہ تکرار آیات و مضامین اس کی شانِ بلاغت اور اندازِ فصاحت کے منافی ہے۔ اس خدشے کے شافی جوابات مفسرین حضرات نے موقع ومناسبت سے دیئے ہیں اور عربی کتب تفاسیر میں اس پر کافی ذخیرہ موجود ہے۔ البتہ اردو زبان میں اس کی تشنگی محسوس کی جاتی تھی۔ چنانچہ ہمارے فاضل محترم مفتی ذاکر حسن نعمانی صاحب نے بطریقہ احسن اس کمی کا ازالہ کیا ہے۔ ابتدا میں فاضل مولف نے حکمۃ التکرار فی القرآن کے زیر عنوان انتہائی قیمتی اور نفیس بحث کی ہے اس کے ساتھ اقسام التکرار اور تکرار کے فوائد بھی شمار کئے ہیں۔ جبکہ اپنی علمی تقریظ میں استاذ محترم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدنی مدظلہ نے اس کے پس منظر اور پیش منظر سے نقاب کشائی کی ہے۔ اور برادرم محترم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور نے تکرار کی افادیت پر کتاب کے پیش لفظ میں یوں کلام کیا ہے۔

''کلام میں تکرار کی افادیت سے انکار ممکن نہیں' یہ الگ بات ہے کہ جہاں کہیں دھرانے کی وجہ اور مقصد سے آگاہی نہ ہو تو وہاں طبیعتیں اکتا جاتی ہیں۔ اور بار بار دھرانا باعث پریشانی رہتی ہے' لیکن قرآن کا انداز اس سے نرالا ہے' جہاں حکمت سے نابلد رہنے کے باوجود طبیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ کسی جملہ آیت واقعہ یا مضمون کے تکرار

سے کوئی پریشانی رہتی ہے۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے جہاں مفہوم سے آگاہی نہ ہونے کے باوجود محض تلاوت سے مسلمان کے دل پر ناقابل بیان کیفیت رہتی ہے البتہ ایمان والوں پر جب اس کے رموز و معارف کھلتے ہیں اور مطالب الٰہیہ تک رسائی ہوتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں تکرار کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اس لئے مفسرین کرام جہاں کہیں بظاہر کوئی تکرار محسوس کرتے ہیں تو اپنے اپنے ذوق کے مطابق خاص توجیہات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ کلام الٰہی کے بارے میں کسی کے دل میں کوئی ایسا شبہ نہ رہے جس سے عظمتِ قرآن متاثر ہو۔"

بلاشبہ فاضل مؤلف اس عظیم کاوش پر مبارکباد کے مستحق ہیں اور کتاب معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بھرپور اور مملوء ہے البتہ اگر اسکی نفیس طباعت پر توجہ دی جاتی تو سونے پر سہاگہ کے مصداق یہ وقیع تالیف مزید جاذب نظر ہو جاتی (م۔ا۔ف)

زبدۃ الحواشی لحل سوالات (وفاق) اصول الشاشی مع الطریق النجاح للتعارف الالفاظ المصطلحہ

مؤلف: مولانا ابوسعید اللہ بخش ظفر استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ضخامت: ۱۳۶ صفحات

قیمت: درج نہیں ناشر: مکتبہ رحمانیہ محلہ تقسیم نگر نزد رمضانیہ مسجد مظفر گڑھ۔

مولانا ابوسعید اللہ بخش ظفر صاحب زید مجدہ ایک نامور عالم دین کامیاب و کہنہ مشق مدرس اور محقق مصنف اور شارح ہیں۔ آپ کی کئی کتابیں مطبوعہ ہیں۔ اور بعض ابھی طباعت و تکمیل کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ اس زیر تبصرہ کتاب سے پہلے آپ نے علم نحو کی مشہور و متداول کتاب ہدایۃ النحو کے وفاق المدارس کے امتحانات کے سوالیہ پرچوں کا حل پیش کیا ہے۔ جو کہ علمی حلقوں میں بہت مقبول ہے۔ اب کے بار آپ نے اصول الشاشی کے سوالیہ پرچوں کا حل لکھا ہے۔ اور یہ بھی انشاء اللہ آپ کی پہلی کتاب کی طرح علماء مدرسین اور طلبہ کی طرف سے سندِ قبولیت پائے گی۔ اصول شاشی چونکہ علم اصول فقہ کی ابتدائی کتاب ہے اور ہر نئے علم اور فن کے لئے اس کی اصطلاحات سے کماحقہ واقف ہونا از حد ضروری ہے۔ اس لئے فن کی اولین کتاب گو کہ وہ کتاب اتنی مشکل نہ ہو لیکن اس میں استاذ کو پڑھانے و سمجھانے اور متعلم کو پڑھنے اور سمجھنے میں خاصی دقت پیش آتی ہے۔ اس لئے فاضل مصنف نے اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب تالیف فرمائی جو کہ انتہائی مفید اور طلبہ کے لئے دوررس نتائج کی حامل کوشش ہے اس کتاب میں دس سال کے وفاق المدارس کے پرچہ جات کا حل آ گیا ہے۔ اور آخر میں مزید فائدے کے لئے مؤلف علام نے علم اصول فقہ کی چند اصطلاحات کی وضاحت اور ان کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے' جس کو الطریق النجاح لتعارف الالفاظ المصطلحہ سے موسوم کیا ہے۔ امتحانی نکتہ نگاہ سے معاون ثابت ہونے والے بیس اصول بھی ذکر کئے ہیں۔ تاکہ طالب علم کو امتحان اور حل پرچہ جات میں آسانی ہو' بلاشبہ مؤلف کی یہ کاوش جو کہ انتہائی دقت طلب ہے۔ قابل ستائش ولائق داد ہے فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی کی مختصر مگر جامع تقریظ اس کتاب کی ثقاہت کی بین دلیل ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ (م۔ا۔ف)

موتمر المصنفین کی نئی پیشکشیں

خطبات حق

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اصلاحی، علمی ودعوتی اور تعلیمی خطبات وتقاریر کے نہایت عالمانہ مجموعہ علم و عمل، عروج زوال دین اور شریعت کے ہر پہلو پر حاوی ارشادات

مرتبہ : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات ۴۵۰ قیمت :-/۱۵۰

اسلام کا نظام اکل و شرب و فلسفہ حلال و حرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمۃ والاشربۃ کی نہایت موثر، دلنشین شرح، جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل وشرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال وحرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔

ضبط وترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات: ۴۵۰ قیمت -/۲۰۰ روپے

جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں

اکابر علماء کرام و مشائخ عظام کی مشاورت اور دعاؤں سے شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے

دورہ حدیث شریف

کا اجرا کیا جارہا ہے۔ انشاءاللہ

...... جامعہ کا اجمالی خاکہ ......

...... ۱۹۵۶ء میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کی بنیاد استاذ العلماء حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ نے رکھی۔

...... ۱۹۸۲ء میں حضرتؒ نے مدرسہ کو حکومت پنجاب سے باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا۔

...... ۱۹۹۷ء میں جامعہ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ ۱۹۹۷ء سے ابتک ۱۱۱۳ طلبہ درجہ کتب میں، ۱۰۴۴ طلبہ درجہ حفظ میں داخل ہوئے اور باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔

...... ۱۹۹۷ء سے ابتک ۶۲ طلبہ درجہ موقوف علیہ اور ۱۱۵ طلبہ شعبہ حفظ سے فارغ ہو چکے ہیں۔

...... گزشتہ چار سال سے جامعہ میں درجہ موقوف علیہ تک درجات تعلیم تھے۔ اکابر علماء ومشائخ کی دعاؤں، مشاورت اور حکم سے آئندہ تعلیمی سال شوال المکرم ۱۴۲۴ھ سے بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ دورہ حدیث شریف کا اجرا کیا جارہا ہے۔ متعلقین واحباب سے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ دورہ حدیث شریف کے طلبہ داخلہ کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں۔

.... خصوصیات ....

☆ باصلاحیت، محنتی نیک اور صالح اساتذہ کرام ☆ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ۔ ☆ خالص تعلیمی ماحول ☆ اوقات اسباق وتکرار ومطالعہ کی مکمل نگرانی ☆ مستحق طلبہ کی مکمل کفالت ☆ دورہ حدیث ودرجہ موقوف علیہ کے لئے عمومی و دیگر درجات کے مستحق طلبہ کیلئے وظائف کا اجراء ☆ حاضری کے پابند اور نمایاں تعلیمی کارکردگی کے حامل طلبہ کیلئے انعامی وظائف کا اجراء۔ ☆ عوام الناس کو روزمرہ پیش آنے والے مسائل کیلئے دارالافتاء منظم انداز سے کام کررہا ہے جس سے ابتک سینکڑوں فتاویٰ جاری ہوچکے ہیں ☆ وفاق المدارس میں جامعہ کے نتائج حوصلہ افزار ہے ہیں۔

...... اعلان داخلہ ......

درجہ کتب (درس نظامی) از ابتدائیہ تا دورہ حدیث شریف کے قدیم وجدید طلبہ کا داخلہ مورخہ ۸ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۳ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ شروع ہوگا۔ انشاءاللہ۔ ہفتہ بھر داخلہ جاری رہ کر مورخہ ۱۵ شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز بدھ باقاعدہ پڑھائی شروع ہوجائیگی۔ انشاءاللہ۔ داخلہ کے خواہشمند طلبہ داخلہ کے دنوں میں ہی رابطہ فرمائیں۔

شعبہ نشرواشاعت: جامعہ مفتاح العلوم (رجسٹرڈ) چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔ فون 213297-220758

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

کھانسی، نزلہ، زکام۔ کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلُو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صُدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Delta Dot